اے۔ بی۔ سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر رہائش :

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دار العلوم : ۴

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

ربیع الاول ۱۴۰۱ھ
دسمبر ۱۹۸۳ء

جلد نمبر : ۱۸
شمارہ نمبر : ۳

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ ۳۰/- روپے فی پرچہ ۳/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

عنصری سے پرواز کرگئی۔ یہ اندوہناک اطلاع عشاء کے وقت دارالعلوم پہنچی تو ہر طرف رنج وغم کی گھٹائیں ظلمت شب میں اضافہ کرگئیں۔ ؎

الٰہی سنسان کبھی پہلے نہ تھی ہجر کی رات　　　دور تک قافلۂ صبح کے آثار نہیں

دوسرے دن جمعہ کا مبارک دن تھا دارالعلوم سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اساتذہ اور طلبہ بڑی تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کے لیئے ان کے گاؤں زروبی گئے ۲ بجے بعداز نماز جمعۃ المبارک حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے جنازہ پڑھایا علماء وصلحاء اہل علم وفضل کا ایک سیلاب تھا جو چاروں طرف سے امڈ کر اہل اللہ کی مقبولیت کا ایک روشن ثبوت بنا ہوا تھا نماز جنازہ کے بعد حضرت مدظلہ نے گلوگیر آواز سے حضرت مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا اور دعائے رفع درجات کروائی۔

حضرت مولانا مرحوم کا دیدار عام ہوا چہرۂ انور پر نور طمانیت اور سکون کا عجب سماں تھا اور رحمہ گریاں تو خنداں کا منظر سامنے تھا قبر کی پہلی رات بہت سے لوگوں نے دیکھا کہ قبر مبارک اور جہاں جہاں دن کو جنازہ رکھا گیا تھا وہاں نور کے شعلے اٹھ رہے تھے دوسرے دن دارالعلوم کے تمام شعبوں میں تعطیل رہی دارالحدیث میں قرآن خوانی ہوئی حضرت شیخ الحدیث اور دیگر اساتذہ وطلبہ نے مولانا مرحوم کی علمی خدمات پر روشنی ڈالی اور ایصال ثواب کیا۔ دارالعلوم کا یہ جلیل القدر استاذ اور وقت کا ایک جید عالم اور علوم کتاب وسنت کا یہ بے لوث خادم ۱۹۰۸ء میں مولانا خلیل الرحمٰن بن مولوی شاہ غریب بن مولانا سعدالدین کے گھر زروبی تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے پرائمری تک تعلیم کے بعد گھر پر آس پاس کے علمی مراکز کے جید علماء سے تحصیل علم کیا علاقہ چھچھ اور صوبہ سرحد کے جامع العلوم اساتذہ سے علوم وفنون حاصل کرتے رہے تکمیل کے لیے ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۳ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ اور دیگر اساتذہ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد مدرسہ رحیمیہ دہلی میں تین سال پڑھاتے رہے وہاں سے مدرسہ رحمانیہ دہلی منتقل ہونے کے بعد دس سال تک تدریس کی خدمات انجام دیں تقسیم ہند کے بعد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا قیام عمل میں آیا تو دارالعلوم میں تدریس شروع کی مگر خرابی صحت کی وجہ سے یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا اور تقریباً ۲ سال گھر پر رہے مگر درس کا شغل کچھ نہ کچھ جاری رہا ایک سال بغرض علاج کراچی بھی رہے اور مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں اعلیٰ کتابوں کی تدریس جاری رکھی بالآخر ۱۹۵۸ء میں دوبارہ دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ ہوگئے اور اس وابستگی کو آخر دم تک ایسا سمجھا کہ بڑے بڑے محرکات اور دواعی کو بھی ٹھکرا کر دارالعلوم کی قوت لایموت اور کفاف پر قانع رہے اور تفسیر وحدیث اور فنون کی اعلیٰ کتابیں مثالی صلاحیت اور عبقری انداز میں پڑھاتے رہے اور ہزاروں تلامذہ کو مستفید کیا آخر میں مسلم شریف بیضاوی شریف اور تلویح جیسی اہم کتابوں کی تدریس آپ کے ساتھ مخصوص ہوکر رہ گئی تھی۔ علمی مزاج متکلمانہ اور فلسفیانہ تھا ہر مسئلہ زیر بحث کی عجیب تنقیح فرماتے اور جچے تلے انداز میں موضوع کا تحلیل اور تجزیہ کرتے کہ گویا کوئی لکھا ہوا مقالہ سنا رہے ہیں کلام حشو وزوائد اور تکرار سے پاک رہتا قرآن وسنت اور دیگر

زیر تبصرہ کتاب "معالم العرفان" جناب مولانا عبدالحمید صاحب سواتی کے دروس قرآن (از سورہ ملک تا سورہ نوح) کا نقش ثانی ہے جس میں قرآن کریم کی آسان تفہیم و تشریح، سلف صالحین اور اکابر مفسرین کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صاحب دروس کو فکر و نظر کی گہرائی، سلامت ذوق، ماحول و معاشرے سے واقفیت اعیانہ روح کے ساتھ آیات سے استناد اور زندگی پر انکی تطبیق اور جذبہ تبلیغ کی عظیم دولت عطا فرمائی ہے اس لئے زبان و قلم سے نکلے ہوئے" دروس قرآن" بھی مفید بہتر اور جامع ہیں۔ جس سے ہر طبقہ یکساں طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔

تکمیل دین | خطاب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ ناشر سید ابوذر بخاری۔ مکتبہ معاویہ۔ ملتان شہر کوٹ تغلق شاہ۔ صفحات ۴۲۔ قیمت چار روپے۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ پون صدی تک عظیم برطانوی سامراج برٹش امپائر سے برسر پیکار رہے۔ تو دوسری طرف مرزائی قادیان جیسے رسوائے زمانہ مراقی کی نبوت کاذبہ پر پے در پے بھرپور وار کرکے اس کی جڑیں کھوکھلی کیں۔ فن خطابت کے آپ مجدد تھے۔ معاصرین میں مخالف ہو یا موافق ان کی خطابت کی سحر طرازی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ بقول شورش کاشمیری۔ خطابت کیا تھی اس کی ارتباط نور و نغمہ تھا۔ وہ اس کی نکتہ آرائی کے تیور یاد آتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ آپ کا (جب تک زندہ رہے) خصوصی اور مشفقانہ تعلق تھا۔ سالانہ جلسوں میں شرکت فرماتے رہے۔ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ نے دارالعلوم حقانیہ کے تیسرے سالانہ اجتماع میں بھی شرکت کی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب قادیانیوں کے خلاف حضرت امیر شریعت تلوار بے نیام کی طرح ان کی سرکوبی کرتے رہے۔ جلسے جلوس پر پابندیاں تھیں البتہ دینی مدارس کے اجتماعات ان کے لئے بہترین مورچے ثابت ہوئے۔ اس عظیم الشان سالانہ اجتماع دستار بندی میں ملکی مسائل خصوصاً ختم نبوت پر انہوں نے جو معرکۃ الآرا خطاب فرمایا۔ وہ شاہ جی کے خطیبانہ بذلہ سنجیوں نکتہ آفرینیوں اور علمی جواہر ریزوں کا انمول خزانہ ہے۔ یہ تقریر دارالعلوم حقانیہ کے سابق مدرس استاذنا المحترم مولانا سید شیر علی صاحب (حال مقیم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) نے اپنی خداداد ملکہ زود نویسی سے حتی الامکان انہی کے الفاظ میں قلم بند کردی۔ بعد ازاں دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے اس کے دو ایڈیشن شائع کرادئے لگر اب وہ نایاب تھی حضرت مولانا ابو معاویہ ابوذر بخاری صاحبزادہ حضرت شاہ جی نے اس عہد آفرین خطاب کو ضروری تصحیح ترتیب و تنقیح کے ساتھ تکمیل دین کے نام سے بہترین پیرایہ میں اپنے تمہید اور تعارفی کلمات کے ساتھ شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو حضرت شاہ جی کے دیگر جواہر ریزوں علمی فن پاروں کو اسی طرح جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حافظ محمد ابراہیم فانی

از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

درس حدیث (ترمذی شریف)

بحمد اللہ حضرت شیخ الحدیث کے درس ترمذی شریف کے امالی کی تدوین و ترتیب کا کام حقائق السنن کے نام سے شروع ہوچکا ہے کتاب کی ایک حدیث پر حضرت کے افادات افادۂ اہل علم کے لئے بطور ایک گراں مایہ اور نادر تحفے کے پیش کئے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

باب ماجاء فی فضل الطهور حدثنا اسحاق ابن موسى الانصاری نا معن بن عیسٰی نا مالك بن انس ح وحدثنا قتيبة عن مالك عن سهيل بن ابی صالح عن ابيه عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرجت من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينيه مع الماء او مع اخر قطر الماء او نحو هذا واذا غسل يديه خرجت من يديه كل خطيئة بطشتها يداه مع الماء او مع اخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب۔

امام ترمذیؒ اپنی "جامع" کے پہلے تین ابواب کو طبعی اور فطری ترتیب کے مطابق لاتے ہیں۔ یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ارتقاء ہے۔ پہلے باب میں قبولیت صلوٰۃ کا طہارت پر موقوف ہونے کا بیان تھا۔ اس دوسرے باب میں طہارت کی فضیلت کا بیان ہے۔ اور تیسرے باب میں وضو کو مفتاح صلوٰۃ قرار دے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وضو اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر انسان نماز میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔

الطهور جمہور علماء اس سے مراد ہر وہ چیز لیتے ہیں جس سے طہارت حاصل کی جاسکے۔ چاہے پانی ہو یا مٹی طُہور بالضم کا مدلول معنئ مصدری تطہر و طہارت ہے اور طَہور بالفتح سے مراد "ما يتطهر به الانسان" ہے

محدثین کا کمال حزم و احتیاط | محدثین کے اس قدر حزم و احتیاط سے دین محفوظ ہے اگر محدثین بھی اہل منطق کی طرح مفاہیم کا تتبع کرتے اور سند کے الفاظ میں انہیں ترمیم کا اختیار ہوتا تو آج ہمارے پاس اس دین محفوظ کے بجائے نتیجۂ محدثین کے آراء ہوتے۔ آج سند میں ترمیم کے مجاز ہوتے کل متن میں ترمیم کر ڈالنے کے مجاز ہوتے۔ اس لئے اس نوعیت کے تمام دروازے بند کر دیے گئے اور الفاظ ہی کا تتبع ضروری قرار دیا گیا۔ تو امام ترمذیؒ بھی دونوں سندوں میں مالک کو تکرار سے اس لئے لائے ہیں کہ وہ اپنے لئے کسی سند میں بھی ترمیم کرنے کا حق نہیں سمجھتے تھے چونکہ سندین میں قدرے فرق ہے پہلی سند میں مالک منسوب الی الاب ہیں اور دوسری سند میں مطلق ذکر ہوئے ہیں۔ اگر امام ترمذیؒ دوسری سند میں مالک بن انس کہہ دیتے تو یہ گویا اصل سند پر ایک گونہ زیادتی تھی اور اگر پہلی سند میں ابن انس کو حذف کر دیتے تو یہ گویا سند میں ایک گونہ ترمیم ہو جاتی۔ اس لئے مصنفؒ نے کسی اضافہ اور ترمیم کے بغیر ہر دو سندوں کو اپنی اصل حالت پر قائم رکھنے کے لئے مدار سند کو دوبارہ ذکر کر دیا۔

اس کے علاوہ سندین میں دوسرا فرق بھی ہے کہ پہلی سند میں معن نے امام مالک سے روایت "حدثنا" کے صیغہ سے کی ہے اور دوسری سند میں قتیبہ، مالک سے بصیغہ "عن" روایت کرتے ہیں۔ دوسری سند گویا معنعن ہے۔ اور حدیث معنعن میں اتصال و انقطاع دونوں کا احتمال موجود ہوتا ہے۔ پھر قرائن سے معلوم کیا جاتا ہے کہ آیا ہر دو راویوں کے درمیان ملاقات ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تو آیا امکان ملاقات دونوں کا تھا یا نہیں۔ اگر امکان ملاقات ثابت ہو جائے تو امام مسلم کے نزدیک روایت متصل ہے جب کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یقینی ملاقات کا ہونا، اتصال روایت کے لئے شرط ہے۔

یہ تفصیل اس لئے کر دی تاکہ سندین کا معنوی فرق بھی سمجھ میں آجائے اور سندین کا یہ معنوی فرق اس وقت باقی رہ سکتا ہے جب مصنف ہر دو سندین کو مکمل مع مدار الاسناد کے ذکر فرمائیں۔ یہی معنوی فرق، جو بظاہر ایک معمولی سا فرق ہوتا ہے، لیکن محدثین حضرات اس فرق کے اظہار کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ ایک حدیث کو اپنی کتاب میں ۲۰، ۲۲ مرتبہ ذکر فرماتے ہیں جو بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے۔ اور امام بخاریؒ تکرار کے قائل ہی نہیں تو وہاں بھی اصل وجہ روایات کا سندات میں یا متن میں لفظی اور معنوی فرق ہوتا ہے جس سے روایت کی حیثیت بدل جاتی ہے۔

اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن | متن حدیث میں توضأ آیا ہے۔ تطہر نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ دونوں کے مفہوم میں فرق ہے۔ تطہر کا معنی صرف نجاست کا ازالہ ہے جب کہ توضأ کے مفہوم میں ازالہ نجاست کے ساتھ ساتھ ایک نور اور روشنی بھی ملحوظ ہے جیسا کہ احادیث نبوی میں وضو کرنے والوں کو "غراً محجلین"[1] قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] فقال رجل: یا رسول اللہ کیف تعرف امتک من بین الامم فیما بین نوح الی امتک قال: ہم غر محجلون من اثر الوضوء لیس احد کذالک غیرہم۔ مشکوٰۃ کتاب الطہارت۔ فصل ثالث۔

اور ایمان و آگہی کی نعمتوں سے فیض یاب ہو سکیں اور ہماری انفرادی زندگی اور حیات ملی خودی کا اعلیٰ مظہر ہو۔

(ہمدرد ملت) حکیم محمد سعید۔ ہمدرد کراچی

جناب م۔ش کی حق نوازی مکرم و محترم حضرت مولانا مد ظلہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ایک طویل عرصہ کے بعد ماہ نامہ الحق کی زیارت نصیب ہوئی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کے ارشادات اس رسالہ کی جان ہوتے تھے۔ تازہ ترین شمارہ میں ان کے ملفوظات پڑھ کر دل و دماغ میں نئے ولولے ابھرتے محسوس ہوئے۔ اہل حق کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر ودیعت فرمائی ہے۔ حضرت مولانا مد ظلہ کے فرمودات ان کے قلب صافی کی جھلک پیش کرتے ہیں اس لئے کہ بقول اقبالؒ ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

الحمد للہ کہ آپ اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے آپ کو حق کی تبلیغ کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں درحقیقت اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں اسلامیان سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے درمیان اتحاد و یگانگت کا ایک عظیم نشان ہے آپ نے جس دردمندی سے مجلس شوریٰ میں اسلام کو بطور ایک ضابطہ حیات رائج کرنے کے لئے موقع بہ موقع تقاریر فرمائی ہیں۔ اس عظیم نشان کے اشارات کا درجہ رکھتی ہیں۔ اللھم زد فزد

میری طرف سے نہایت عاجزانہ، خاکسارانہ اور پرخلوص ہدیہ سلام و عقیدت حضرت مدظلہ کی خدمت بابرکت میں پیش کیجئے اور انتہائی انکساری اور دردمندی سے ان سے میرے عاقبت بخیر ہونے کے لئے دعا کے لئے کہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے لئے اجر عظیم عطا فرمائیں۔ بلکہ آپ خود بھی میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ پاک پروردگار عاقبت بخیر فرمائیں۔ میں ہوں آپ کا

ایک انتہائی مخلص نیاز مند خاکسار — محمد شفیع (م ش)

مرزائیوں کے نئے امیر کی نئی فتنہ انگیزیاں جب سے مرزا طاہر احمد مسند خلافت کا ذبہ پر براجمان ہوا ہے۔ امت مرزائیہ فتنہ انگیزی اور ریشہ دوانی کو اپنا شعار بنا چکی ہے۔ اور اپنی اشتعال انگیزی سے خواہ مخواہ مسلمانوں کو تنگ کرنا اس کا مستقل وطیرہ بن چکا ہے۔

ابھی تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی خواندہ نظم مشتمل بر توہین رسالت اور ایک مسلمان استاد پر سوچی سمجھی سکیم کے تحت قاتلانہ حملہ کے زخم مندمل نہ ہوئے تھے کہ امت مرزائیہ اور ان کے روزنامہ "الفضل" ربوہ نے فتنوں کے نئے باب کا آغاز کیا ہے۔ (ل) امت مرزائیہ نے قدیم قبرستان شہداء مقبوضہ اہل اسلام متصل شاہراہ سرگودھا چنیوٹ پر اپنا غاصبانہ قبضہ جما کر گذشتہ دنوں مزید متعدد قبور کو مسمار کر دیا جس سے علاقہ کے مسلمانوں میں اضطراب و بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔

کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ نہ تو وہ مولیٰ سے تنخواہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور نہ قیام طعام اور کپڑوں کا۔

اگر بالفرض ایک عبد قاضی کی عدالت میں اپنے مالک سے قیام طعام اور کپڑوں وغیرہ کے مطالبے کا دعویٰ بھی دائر کر دے تو قاضی مالک کو عبد کا مطالبہ ماننے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ البتہ آخرت میں خدا تعالیٰ کی عدالت میں ایسے مالک پر ضرور گرفت ہوگی۔

<u>عبدیت انسانیت کے تمام درجات میں بلند ہے</u> | عبدیت ایک ایسا وصف کمال ہے جو انسانیت کے تمام درجات میں سب سے زیادہ بلند ہے جس قدر عبدیت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر اس پر کمالات انسانی مرتب ہوں گے۔ عبدیت میں جس طرح کمال ہوگا۔ رسالت بھی اسی قدر کامل ہوگی۔

صوفیائے حضرات بھی یہی فرماتے ہیں کہ تمام کمالات واوصاف میں اصل وصف عبدیت ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بہت سے مقامات پر وصف عبدیت کے ساتھ کیا ہے۔ سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام (الآیۃ)۔ ۲۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا (الآیۃ)۔ ۳۔ وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ (الآیۃ)۔ ۴۔ شہادتین میں بھی وصف عبدیت کا اولاً اور وصف رسالت کا ثانیاً ذکر ہوا ہے۔ اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔

لہٰذا جو رسول ہوگا اس میں عبدیت بھی کمال درجہ پائی جائے گی۔

جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے عالم مثال میں شکایت کی اور یہ شکایت بھی بطور شکوہ کے نہ تھی بلکہ ناز و محبت کی گفتگو تھی اور ایک گونہ طالب علمانہ مناظرہ تھا۔ عرض کیا۔ اباجان! اگر آپ شجرِ ممنوعہ نہ کھاتے تو ہم زمین پر نہ آتے۔ اس فرعون سے مقابلہ نہ ہوتا۔ میری وجہ سے ۸۰ ہزار بچوں کو ذبح نہ کیا جاتا۔ جس تاریخ سے پیدا ہوا ہوں مسلسل مظالم شروع ہیں۔

حضرت آدمؑ نے جواب میں فرمایا۔

موسیٰؑ! مجھے ملامت کیوں کرتے ہو۔ یہ سب تقدیر کا معاملہ ہے حتیٰ کہ میری پیدائش سے بھی ۵۰ ہزار سال قبل لوحِ محفوظ پر یہ مرقوم تھا کہ میں نے دانہ کھانا ہے اور ہبوط الی الارض ہونا ہے۔

ترمذی جلد ثانی باب القدر میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ بالآخر حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا۔[1]

---

[1] عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احتج آدم وموسیٰ فقال موسیٰ یا آدم انت الذی خلقک اللہ بیدہٖ ونفخ فیک من روحہ اغویت الناس واخرجتہم من الجنۃ قال فقال آدم انت موسیٰ الذی اصطفاک اللہ بکلامہ اتلومنی علی عمل عملتہ کتبہ اللہ علی قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض قال فحج آدم موسیٰ۔ جامع الترمذی ج ۲ ص ۴۴

نمایاں ہیں۔ ابو نصر صاحب کی قبر کے سرہانے جو کتبہ نصب ہے وہ بدر الدین قادری صاحب کا نتیجہ فکر ہے۔ اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

چوں بفردوس رفت مرشد ما | از تپ ہجر اوست دل بریاں
سن میلاد و جانشینی و عمر | با وصالش کنم بخلق بیاں
شدہ شمس الضحیٰ سن میلاد ۱۲۳۹ | وارث ثانی جانشینی داں ۱۲۹۸
وصل او شد بعین ذات بہی ۱۲۹۵ | عدد عمر آں ولی برخواں ۵۶

ابو نصر محمد علی حبیب کے فرزند شاہ عبد الحق کی قبر کے سرہانے دیوار پر ایک پتھر نصب ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

عبد الحق ست پور محمد علی حبیب | خاک درش بمردم چشمانم آرزوست
آں عبد نیک ہر نفس از روح پاک نصر | گفتے کہ سیر گلشن عرفانم آرزوست
بعد از حصول علم چو شد سالک طریق | گفت از رسول سایہ دامانم آرزوست
آمد چو زیر سایۂ داماں مصطفےٰ | گفتا کہ وصل خالق ایمانم آرزوست
حیرت چو وقت وصل خدا شد قریب تر | میگفت از خدا کہ یک ارمانم آرزوست
آیند چار یار و رسولم بوقت نزع | از ابتدا بدیدہ حیرانم آرزوست
حیرت عجب مکن کہ بقول جناب نصر | بہر وصال آں ہمہ سامانم آرزوست

۱۳۰۲ھ

(نتیجۂ فکر مولوی کبیر احمد حیرت پھلواروی)

درگاہ پیر مجیب سے نکل کر میں امارت شرعیہ صوبہ بہار کا دفتر دیکھنے گیا وہاں قاضی مجاہد الاسلام صاحب سے ملاقات ہوئی گذشتہ سال دیوبند کے جشن صد سالہ پر ان سے تعارف ہوا تھا ان کے پاس نقیب کا ایک شمارہ پڑا تھا اس میں میرا بھی ایک مضمون تھا۔ قاضی صاحب نے مجھے رکنے کو کہا۔ ان کی عدالت میں خلع کا ایک مقدمہ پیش ہونے والا تھا۔ قاضی صاحب نے مقدمہ کی کارروائی دیکھنے کے لئے کہا۔ مگر میں نے عدم فرصت کا عذر پیش کیا اور پٹنہ روانہ ہو گیا۔

آغا صاحب نے مجھے رخصت کرتے ہوئے خدا بخش لائبریری میں محفوظ عربی فارسی اور اردو مخطوطات کی مکمل فہرست عنائت فرمائی اور خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری کے جرنل کا مکمل سیٹ بھی دیا۔ میں پٹنہ میں شاد عظیم آبادی کی قبر اور خانقاہ عماد یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن بارش کی وجہ سے وہاں نہ جا سکا۔ ۲۰؍ اگست کی شام کو میں سون بدرہ ایکسپریس میں سوار ہو کر اگلے روز صبح ۹ بجے علیگڈھ پہنچ گیا ؛

(باقی)

سلیم اور سیاق وسباق اور قرائن سے معلوم ہوجاتا ہے جب اَوْ بمعنی شک کے آیا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی (جب صحابی ہو) کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ میں شک ہے کہ آیا آپؐ نے لفظ مسلم فرمایا تھا یا لفظ مومن ؟

اور اگر راوی تابعی ہو یا تبع تابعی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی کے اپنے شیخ کے الفاظ میں شک ہے آیا انہوں نے لفظ مسلم فرمایا تھا یا لفظ مومن۔ اسی طرح جب ہم حدیث کے الفاظ پڑھتے ہیں تو اس کے آخر میں " اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام " کا اضافہ کردیتے ہیں تو مراد یہ ہوتی ہے کہ حدیث رسولؐ کا مضمون تو یہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے مگر اس کے الفاظ میں تردد ہے۔ کہ کونسا لفظ فرمایا تھا۔

الفاظ حدیث کی تقریر عبارت یوں ہوگی کہ

اذا توضأ العبد المسلم او " قال " المومن

اب اگر قال کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو صحابی کو شک ہے اگر مرجع صحابی ہیں تو تابعی کو شک ہے اگر مرجع مالکؒ ہیں تو قتیبہ کو شک ہے۔ وقس علی ہذا۔

مسلم اور مومن کا فرق، منافق کا حکم اور ایک اشکال کا حل

یہاں حدیث میں لفظ مسلم سے بظاہر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ مسلم کا اطلاق جیسے مومن صادق پر آتا ہے اسی طرح منافق بھی اس کا مصداق بن سکتا ہے۔ اور اسے بھی مسلم کہا جاتا ہے جس سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرنے سے منافق کے گناہ بھی جھڑ جاتے ہیں۔ حالاں کہ قطعی نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ منافق کے سارے اعمال غارت ہیں۔

اس اشکال سے پانچ جواب دئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ امام نسائیؒ نے اس روایت کی مکمل تخریج کی ہے[1] جس میں سر اور پاؤں وغیرہ کے دھونے سے ان اعضاء کے گناہوں کے جھڑ جانے کا بھی ذکر ہے۔

نسائی کی روایت میں المسلم کے بجائے المومن ہی مذکور ہے اور مومن کا اطلاق منافق پر ہوتا ہی نہیں۔ نیز

---

[1] عن عبداللہ الصنابحی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : اذا توضأ العبد المومن فتمضمض خرجت الخطایا من فیہ واذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ فاذا غسل وجہہ خرجت الخطایا من وجہہ حتی تخرج من تحت اشفار عینیہ فاذا غسل یدیہ خرجت الخطایا من یدیہ حتی تخرج من اذنیہ فاذا غسل رجلیہ خرجت الخطایا من رجلیہ حتی تخرج من تحت اظفار رجلیہ ثم کان مشیہ الی المسجد وصلواتہ نافلۃ لہ،

(نسائی ج ۱ ص ۱۴)

تو مبارک باد دینے آئے۔ میرے پاس دیوانِ صائب کا ایک نسخہ موجود تھا جو مجھے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب، صدر شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی نے عطا کیا تھا۔ میں نے سید حسن صاحب سے ایک کاغذ پر دستخط کرا لیے اور لاہور آکر اس دیوان پر اسے چپکا دیا۔

اگلے دن میں وقت نکال کر یونیورسٹی گیا۔ شعبہ تاریخ میں ڈاکٹر قیام الدین احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کی تصنیف "ہندوستان میں وہابی تحریک" کراچی سے طبع ہو چکی ہے۔ موصوف کا نسبی تعلق علماء صادق پور سے ہے جنہوں نے صدق دلی کے ساتھ حضرت سید احمد بریلویؒ کا ساتھ دیا۔ اسی روز شام کے وقت مدرسہ شمس الہدیٰ میں ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس مدرسہ میں قدیم اور جدید دونوں طرح کے علم پڑھائے جاتے ہیں۔ عصر اور مغرب کی نمازیں مدرسے کی مسجد میں ادا کیں۔ مسجد کے ایک گوشے میں جسٹس شمس الہدیٰ کی قبر ہے۔ ایک استاد نے مجھے بتایا کہ جج صاحب ایک بار کسی گاؤں میں اپنے کسی عزیز کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی غرض سے گئے۔ اتفاق سے وہاں کسی کو بھی نمازِ جنازہ یاد نہ تھی۔ جج صاحب نے مسلمانوں کی دین سے یہ غفلت دیکھ کر مدرسہ قائم کیا۔ تاکہ مسلمان طلبہ جدید علوم کے ساتھ علوم اسلامیہ اور مسائل شریعت سے بھی واقفیت حاصل کر سکیں۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کا شمار بہار کے عظیم مدارس میں ہوتا ہے۔ ہمارے فاضل دوست پروفیسر مختار الدین آرزو صاحب[1] کے والد بزرگوار ملک العلماء ظفر الدین بہاری صاحب "صحیح بہاری" بھی اس مدرسہ کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔

پٹنہ میں قیام کے آخری دن میں وقت نکال کر پھلواری شریف گیا۔ یہ علمی اور روحانی بستی پٹنہ سے چار پانچ میل دور ہوگی۔ پٹنہ ریلوے اسٹیشن سے بسیں اور ٹیکے پھلواری تک جاتے آتے رہتے ہیں۔

جس وقت میں پھلواری پہنچا تو ہر طرف کیچڑ ہو رہا تھا۔ گلیوں اور بازاروں سے گذرنا مشکل تھا۔ میں پوچھتے پوچھتے خانقاہ سلیمانیہ پہنچا۔ لیکن اب وہاں کون تھا؟ شاہ غلام حسنین فوت ہو چکے تھے۔ ان کے فرزند ریحان شاہ کراچی منتقل ہو چکے تھے۔ شاہ غلام حسنین کی بیوہ اور ایک بیٹی اب تک وہیں ہیں۔ شاہ سلیمان اور جعفر شاہ پھلواری کی جمع کردہ کتابیں دیمک کی نظر ہو رہی ہیں۔ پھلواری کے ہر پڑھے لکھے شخص کو ان کتابوں کی تلفی کا رنج تھا۔

شاہ سلیمان اور ان کے جانشین شاہ غلام حسنین بستی کے مشرقی کنارے پر سنگی مسجد کے صحن میں مدفون ہیں۔ اس مسجد کو یہ شرف حاصل ہے کہ جب سید احمد بریلویؒ پھلواری تشریف لائے تو ان کا قیام اسی مسجد میں تھا۔ مسجد کی دیواروں پر ایسے پتھر نصب ہیں جن پر آیاتِ قرآنی منقوش ہیں۔

شاہ سلیمان ۲۷ر صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ر مئی ۱۹۳۵ء کو فوت ہوئے۔ ان کا مزار ان کے ایک مرید ساکن جہلم نے تعمیر

---

[1] صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

قرآن میں دونوں مفہوم کے اعتبار سے متغائر بھی استعمال ہوتے ہیں۔
قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا (الآیۃ)
مومن، کامل مومن، منافق اور فاسق | جس کو تصدیق قلبی اور انقیاد باطنی حاصل ہو وہ مومن کہلاتا ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کو انقیاد ظاہری بھی حاصل ہے۔ تو کامل مومن ہے۔ اگر صرف ظاہری انقیاد حاصل ہے اور باطنی تصدیق سے محروم ہے تو منافق ہے اور اگر منقاد بحسب الباطن ہو مگر ظاہراً سے انقیاد حاصل نہیں تو وہ فاسق ہے گویا فاسق وہ ہے جس کا عقیدہ ٹھیک ہے مگر عمل خراب ہے۔ اور منافق وہ ہے جس کا عمل ٹھیک ہے مگر عقیدہ خراب ہے اور مومن کامل وہ ہے جس کا عقیدہ اور عمل دونوں درست ہوں۔

فغسل وجہہ | یہاں لفظ فا میں دو احتمال ہیں۔ ۱۔ تعقیب کے لئے ہو۔ ۲۔ تفصیل کے لئے ہو۔ اگر فا کو تعقیب کے معنی میں لیں۔ تو توضا میں اراد مقدر مانیں گے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ اذا اراد العبد المسلم الوضوء فغسل وجہہ۔ اور یہ غسل وجہ عمل ہے اور ارادہ عمل سے مقدم ہے۔ اور اگر فا کو تفصیل کے معنی میں لیں پھر تقدیر عبارت کی ضرورت نہیں۔ فغسل وجہہ سے وضوء کی تفصیل کا بیان ہوگا۔

مگر یاد رہے کہ تطہیر بغیر ارادہ کے بھی متحقق ہو جاتا ہے۔ جب کہ توضی کے لئے ارادہ اور نیت ضروری ہے۔

توضی اور طہارت میں نیت کا مسئلہ | جب فا کو تعقیب کے لئے لیں (جیساکہ قرآن میں بھی متعدد مقامات پر تعقیب کے معنی میں آئی ہے۔ مثلاً اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ ای اذا اردت قراءۃ القرآن فاستعذ باللہ) تو ہماری اس توجیہہ پر شوافع حضرات کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ وضو تو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ عبادت مقصودہ تو صلوٰۃ ہے۔ اور عبادت مقصودہ میں نیت ضروری ہے۔ عبادت غیر مقصودہ میں احناف نیت کے ضروری ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ مثلاً ایک آدمی نہر میں سے گذرا۔ بغیر ارادہ و نیت وضو کے اس کے اعضاء وضو دھل گئے یا بارش ہونے سے بغیر نیت وضو کے اس کے اعضا دھل گئے۔ تو اس کا وضو ہو گیا۔ تو عبارت حدیث میں لفظ اراد کو مقدر ماننے اور فا کو تعقیب کے معنی میں لینے کی صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ عبادت غیر مقصودہ یعنی وضو وغیرہ میں بھی نیت کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ توضأ کا معنی اراد الوضوء ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہماری بحث یہاں وضو میں نہیں بلکہ طہارت میں ہے اور وضو کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ وضو برائے جواز صلوٰۃ
۲۔ وضو برائے اجر و ثواب۔

جب وضو صرف اس لئے کیا جائے کہ محض نماز ادا کی جا سکے تو ایسا وضو نیت پر موقوف نہیں اور اگر وضو سے

کا انگریزی میں ترجمہ کر رہا تھا۔ میں نے بھی اس مخطوطہ کی زیارت کی۔ بلکہ ایک مطبوعہ نسخہ بھی مل گیا۔ جو مطبع احمدی پٹنہ میں ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوا تھا۔ اسی لائبریری میں مخدوم صاحب کے ملفوظات۔ معدن المعانی کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی اہمیت پر الحق میں میرا ایک مقالہ طبع ہو چکا ہے[۱]

خدابخش لائبریری میں حضرت محی الدین چشتی فخری المتخلص بہ محمدی ساکن سنگڑمن مضافات راولپنڈی کے ملفوظات احسن المجالس کا ایک نادر مخطوطہ محفوظ ہے[۲] نواح راولپنڈی کے کسی ریسرچ اسکالر کو اس تصنیف کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا چاہئے۔

میں مطالعہ میں مصروف تھا کہ ایک صاحب چائے کا ایک گلاس لے کر آئے۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ یہ چائے آغا صاحب نے بھیجی ہے۔ ساڑھے بارہ بجے آغا صاحب خود تشریف لائے۔ اور دوپہر کا کھانا اپنے ساتھ کھانے پر اصرار کیا۔ ڈیڑھ بجے میں ان کے ساتھ کھانے کے لئے گیا اور لائبریری کے ایک کمرے میں نماز ظہر ادا کی۔ اور دوبارہ مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔

چھ بجے لائبریری بند ہوئی تو میں اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ نماز عصر کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا۔ مغرب کے وقت بارش شروع ہو گئی اس لئے میں باہر نہ جا سکا۔

اگلے روز صبح نو بجے لائبریری پہنچا۔ آغا صاحب سے مل کر دارالمطالعہ میں آیا اور شیخ پھول شطاری کی تصنیف بحرالانوار منتکانی[۳] یہ مختصر رسالہ شطاری سلوک پر ایک اہم تصنیف ہے۔ فاضل مصنف شیخ محمد غوث گوالیری کے بھائی اور ہمایوں بادشاہ کے مرشد تھے۔ ہمایوں کے ایک باغی بھائی مرزا ہندال نے انہیں دعوت کے بہانے محل میں بلا کر قتل کرا دیا۔

"تاریخ بناکتی مصنفہ ابو سلیمان داؤد المعروف بہ فخر بناکتی[۴] تاریخ ابوالفخر خانی مصنفہ حافظ البخاری[۵]، ملخص بادشاہ نامہ[۶] از محمد طاہر آشنا اور صبح صادق مصنفہ صادق بن محمد صالح اصفہانی[۷] کی زیارت لندن میں کی تھی۔ اب دوبارہ انہیں دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اخبار الاصفیا۔ کا مخطوطہ بھی انڈیا آفس لائبریری لندن میں دیکھا تھا۔ اب دوبارہ اس لائبریری میں اس کی زیارت کی[۸]

شیخ علی حزیں (متوفی ۱۱۸۰ھ) کی جتنی تصانیف خدابخش لائبریری میں محفوظ ہیں اتنی شاید ہی کہیں ہوں میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں ان سے استفادہ کرتا۔

۱؎ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۸۲ء ۲؎ مخطوطہ فارسی نمبر ۱۸۳۱ ۳؎ ایضاً نمبر ۲۹۹۲ ۴؎ ایضاً نمبر ۲ ۵؎ ایضاً نمبر ۱
۶؎ ایضاً نمبر ۱۲۳ ۷؎ ایضاً نمبر ۲۲ ۸؎ ایضاً نمبر ۱۸۷۔

۲۔ خروج الشئ عن الشئ مستلزم للخو"۔ دراصل اس حدیث میں "تشبیہ المعقول بالمحسوس" کے طریقہ پر لفظ خروج محو ذنوب سے کنایہ ہے۔ حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ خرجت بمعنی غُفیت یا مُحیت یا غفرت لہ کل خطیئتہ کے ہے۔

۳۔ خرجت اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے۔ اس صورت میں مذکورہ اعتراض سے جواب یہ ہے کہ ذنوب اور خطایا باطن پر بھی اثر کرتے ہیں اور طہارت ان کا ازالہ کرتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے جب انسان توبہ کرے تو وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے۔ ورنہ مسلسل گناہوں سے دل پر سیاہ دھبے لگتے رہتے ہیں یہاں تک کہ قلب سیاہ ہو جاتا ہے[۱]۔

خطایا کی اس تاثیر کو قرآن نے ران سے تعبیر کیا ہے۔ "کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون" ۔ الایۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ سبعین مرۃ او کما قال ؐ

اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر نہایت صاف و شفاف اور بے حد نازک اور حساس تھا۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے ایک بار آپؐ سے ایک معاملہ میں استفسار فرمایا کہ

لِمَ اَذِنتَ لہم۔ تو اس کے قبل عفا اللہ عنک فرمایا کہ اچانک اس انداز کے استفسار کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب مبارک کو غایۃ خشیت کی وجہ سے تحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ تو پہلے سے عفا اللہ عنک کہہ دیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجر اسود جب جنت سے لایا گیا تو اس وقت وہ سفید چمکدار یاقوت تھا۔ "وکان اشد بیاضاً من اللبن"[۲] لیکن مشرکین کے خطایا اور تلبس عصاۃ نے اسے سیاہ کر دیا۔

ان شرعی نصوص کے پیش نظر خطایا کی تاثیر (سوادِ قلب) کا خروج بھی ایک شرعی حقیقت بن جاتی ہے۔ دنیا میں گناہوں کا قلب پر اثر انداز ہونا مخفی ہے۔ لیکن قیامت کے دن ان تمام اعضاء وجوارح پر یہ اثرات نمایاں ہو جائیں گے۔ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔

یہاں حدیث میں بھی۔ بلفظ خطیئۃ سے قبل مضاف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے۔

خرجت من وجہہ اثر کل خطیئۃ۔

---

[۱] ان العبد اذا اذنب ذنباً نکتت فی قلبہ نقطۃ سوداء فاذا تاب ونزع واستغفر صقل قلبہ وان عادت زادت حتی تعلو قلبہ (اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن ابی ہریرۃؓ)

[۲] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجر الاسود من الجنۃ وہو اشد بیاضاً من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم مشکوٰۃ ج ا ص ۲۲۰۔ باب قصۃ حجۃ الوداع

کھلی رہتی ہے۔ لیکن جب تک وہاں بیٹھنا چاہوں لائبریری کھلی رہے گی۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن صاحب نے بہار کے شہرۂ آفاق محدث علامہ شوق نیموی (متوفی ۱۳۲۵ھ) پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ نیمی پٹنہ سے دس گیارہ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ اور علامہ مرحوم وہیں کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے میرا تعارف لائبریری کے عملہ سے کرایا۔ اور مجھے دارالمطالعہ میں بٹھا دیا۔ میری درخواست پر عملہ کے ایک رکن نے مجھے معارج الکمال کا خوبصورت مخطوطہ لاکر دیا[1]

معارج الکمال۔ اسماعیل بن شاہ عالم عبدالعزیز کی تصنیف ہے اور اس کا کوئی دوسرا نسخہ میرے علم میں نہیں ہے۔ فاضل مصنف اکبری اور جہانگیری عہد کے نامور امیر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کا مصاحب تھا۔ نواب موصوف کا حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے ساتھ بڑا قریبی تعلق تھا۔ اور ان تینوں بزرگوں کی ان کے ساتھ خط و کتابت رہتی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جن درباری امراء کو اکبر کی بے دینی اور الحاد کا قلع قمع کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔ نواب مرتضیٰ خان ان کے سرخیل تھے۔ معارج الکمال میں نواب موصوف کے بارے میں ایسی اہم معلومات ملتی ہیں جن کا ذکر مآثر الامراء اور ذخیرۃ الخوانین میں نہیں آیا۔ میں نے اس نادر مخطوطہ کی مدد سے نواب موصوف کی شخصیت اور کردار پر ایک مقالہ تیار کر کے ماہنامہ برہان دہلی میں چھپوایا ہے[2]

اسی لائبریری میں " سیرت فیروز شاہی " کے عنوان سے ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ کسی لائبریری میں موجود نہیں۔ سیرت فیروز شاہی میں سلطان فیروز تغلق کے علاوہ محمد بن تغلق کے بارے میں بھی بڑی اہم معلومات ملتی ہیں۔ مصنف لکھتا ہے۔ کہ سلطان محمد بن تغلق کو باز پالنے کا بڑا شوق تھا۔ اور وہ باز دیکھ کر یہ بتا دیا کرتا تھا کہ وہ پہاڑی علاقے کا رہنے والا ہے یا جنگل کا۔ نیز اس کی پیدائش اونچے گھونسلے کی ہے یا کسی نشیبی علاقے کی۔ اس تصنیف سے سلطان فیروز شاہ تغلق کی اصلاحات اور غیر شرعی ٹیکسوں کی موقوفی کے بارے میں بڑی اہم معلومات ملتی ہیں[3]

اس لائبریری میں " تاریخ حبیبی " کے عنوان سے ایک مخطوطہ محفوظ ہے[4]۔ اس کا مصنف عبدالعزیز بن شیر ملک بن محمد واعظی۔ خواجہ عزیز اللہ محمد حسینی کا صحبت یافتہ تھا۔ تاریخ حبیبی کا سال تصنیف ۸۷۹ھ ہے اور اس میں حضرت بندہ نواز گیسو دراز اور ان کے فرزندوں اور خلفاء کے حالات درج ہیں۔ پروفیسر حسن عسکری

---

[1] مخطوطہ فارسی نمبر ۵۰۷ [2] بابت ماہ ستمبر ۱۹۷۲ء [3] سیرت فیروز شاہی مخطوطہ فارسی نمبر ۹۹ [4] مخطوطہ فارسی نمبر ۲۴۴۹

مشاہدہ سے یہ چیز بلند تھی۔

اسی طرح خطایا بھی جواہر ہیں جو قائم بالجوارح ہیں مگر ہر ایک کے لئے ان کا دیکھنا نہ آسان ہے اور نہ ضروری۔

اونحو ہذا | اگر اس کا تعلق "مع الماء اور مع آخر قطر الماء" سے ہو تو او شک کے لئے ہے اور راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے مع الماء فرمایا یا مع آخر قطر الماء فرمایا ہے۔ اور اگر اس کو "آخر قطر الماء" سے متعلق کر دیں تو پھر او تفریع کے لئے ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ راوی کو بعینہٖ الفاظ یاد نہیں ہیں۔ مگر مراد یہی ہے جیسے عام طور پر جب حدیث پڑھی جاتی ہے تو آخر حدیث پر یہ اضافہ کیا جاتا ہے کہ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ معنوی اتحاد تو ہے ہی مگر الفاظ کما حقہ یاد نہیں۔ اس سے انسان اعراب کی غلطی وغیرہ کے گناہ سے بچ جاتا ہے جیسے کہ امام طحاویؒ نحوہ وہاں لاتے ہیں جہاں معنوی اتحاد ہو اور دونوں کی مراد بھی ایک ہو۔

خرجت من وجہہ کل خطیئۃ !

وضو سے گناہوں کا ازالہ اور اشکال کا حل | حدیث کے ان الفاظ کے اطلاق اور عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ خطایا صغائر ہوں یا کبائر وہ سب وضو سے معاف ہو جاتے ہیں۔ حتی یخرج نقیاً من الذنوب جب کہ بعض قطعی نصوص سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اور یہی مذہب معتزلہ کا ہے اور ان کا استدلال یہ ہے۔ کہ بعض نصوص میں کبائر کی استثناء منصوص ہے اور ان کی معافی بھی توبہ کے ساتھ مشروط ہے۔ مثلاً

۱۔ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلاً کریماً۔

۲۔ ومن لم یتب فاولٰئک ہم الظالمون۔ الآیہ

۳۔ الصلوٰۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینہن ما اجتنبت الکبائر (حدیث متفق علیہ)

اس روایت کے پیش نظر معتزلہ کہتے ہیں کہ جب صلوٰۃ خمس، جمعہ اور صیام مکفرات کبائر نہیں ہیں تو وضو جو نماز کا وسیلہ اور عبادت غیر مقصودہ ہے اس سے کس طرح کبائر کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ تو زیر بحث حدیث میں خرجت من وجہہ کل خطیئۃ اور حتی یخرج نقیاً من الذنوب کی صحیح مراد کیا ہو سکتی ہے۔

جواب :۔ ۱۔ اکثر اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ توبہ اور حسنات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کبائر تو معاف فرما ہی دیتے ہیں اور اگر چاہیں تو بغیر توبہ کے بھی کبائر معاف فرما دیں۔

۱۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (الآیۃ)

۲۔ والذین لا یدعون مع اللہ الٰہاً آخر (تا) الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فاولٰئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات۔ (الآیۃ)

Obtain commission in the Corps of Electrical and Mechanical Engineering through

'E' CADET SCHEME

CONDITIONS OF ELIGIBILITY

a. Nationality — Male citizens of Pakistan
b. Marital Status — Unmarried
c. Age — 16 to 21 years (on 01 October 1983)

EDUCATION

1) Intermediate (Pre-Engineering) 2nd Division or equivalent.
2) Those already studying at Engineering Universities in various classes may also apply. Relaxation in upper age limit is permissible to these students upto maximum of 3 years depending upon the number of years already spent by them in the Engineering Universities. Such students when selected as 'E' Cadets will get Rs. 415 per month as stipend and after completion of training at Pakistan Military Academy will be paid Rs. 3600 per annum for the successful number of years completed by them prior to joining the Scheme.

INELIGIBILITIES

a. Screened out or rejected twice by ISSB/Central Selection Board, GHQ.
b. Previously declared medically unfit by an Appeal Medical Board for Army/Navy/PAF. (Those declared unfit by Ordinary Medical Board can apply if declared fit by Appeal Medical Board).
c. Released/discharged/withdrawn from the Armed Forces and any of its training establishments.
d. Dismissed/removed from Government service or whose employment/re-employment in the Government service has been debarred by a competent authority.
e. Convicted by a Court of Law for an offence involving moral turpitude.
f. Appearing candidates.
g. Diploma Holders.

PRELIMINARY SELECTION

a. Candidates should report alongwith their testimonials personally at any one of the Army Selection and Recruitment Centres located at Peshawar, Rawalpindi, Lahore, Multan and Hyderabad for preliminary selection at 0800 hours on any working day during the period from 10 January to 31 January 1983.
b. Application forms will be provided at Army Selection and Recruitment Centres

PID/Islamabad.

ADGROUP

حضرت گنگوہی کی توجیہ ۲۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے یہاں توجیہ کی ہے اور خوب کی ہے کہ اس حدیث میں وضو سے گناہوں کے جھڑ جانے کی جو بشارت آئی ہے وہ مطلق اور عام ہے اور یہاں گناہوں کو صغائر اور کبائر میں تقسیم کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ اس حدیث میں متوضی کو العبد المسلم کہا گیا ہے اور حتی یخرج نقیاً من الذنوب محض متوضی پر حمل نہیں بلکہ العبد المتوضی پر حمل ہے کسی چیز پر حکم لگاتے وقت اس کا مادہ اشتقاق ضرور ملحوظ ہوتا ہے۔ لہذا یہاں بھی متوضی سے وہی شخص مراد ہو سکتا ہے جو اطاعت لا تعرض کرتا ہو جس میں عبدیت کاملہ اور اسلام کامل موجود ہو۔ جو وضو کرتے وقت اطاعت فرماں برداری، ذکر و استغفار اور توبہ و انابت کی کیفیت سے سرشار ہو ایسا عبد یقیناً تائب ہوتا ہے اور یہی کیفیت وہی توبہ مطلوب ہے جس سے صغائر و کبائر سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اور ایک توجیہ یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ کبائر و صغائر کی تقسیم کے بجائے ہم حدیث میں مذکور الفاظ کا تتبع کرتے ہیں تو لغت کے اعتبار سے ذنوب کا معنی عیوب ہے اور ذنب عیب کو کہتے ہیں۔ اور یہ ذنب تمام گناہوں میں ادنیٰ و اضعف درجہ ہے۔ اب مجازاً چھوٹے بڑے سب گناہوں پر اس کا اطلاق آتا ہے مگر یاد رہے کہ ہر ذنب گناہ نہیں ہوتا۔ جیسے جسم پر داغ لگ گیا یا داڑھی میں بلغم اٹک گیا۔ جو عیب تو ہے مگر ذنب نہیں۔ ذنوب کے بعد خطایا ہیں خطیئہ نا درست کام کو کہتے ہیں۔ جس میں کرنے والے کے قصد کو دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً قتل خطاء وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر قصاص نہیں ہے بلکہ دیت ہے۔

سیئات اور معاصی بھی خطایا کے بعد علی حسب الترتیب گناہوں کے مراتب و درجات ہیں اور ان کا تعلق کبائر سے ہے۔ حدیث باب میں ذنوب اور خطایا کا ذکر ہے جو لغت کے اعتبار سے صغائر ہیں۔ باقی رہے سیئات اور معاصی، حدیث ان سے ساکت ہے[1]

نظر الیہا بعینہ اشکال۔ حدیث باب میں نظر الیہا اور آگے بطشتہا کی ضمیر کا مرجع خطیئہ ہے جو ایک

---

[1] اور ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ ایسے مواقع پر علی العموم آپؐ بعض اعمال کی مفرد خاصیت بیان فرماتے ہیں یعنی دیگر موانع و عوارض سے قطع نظر وہ اثر جو تنہا اس فعل پر مرتب ہوتا ہے۔ مثلاً آپ نے کلمہ طیبہ کا . . . مزاج اور خاصیت یوں فرمائی کہ "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" مگر یہ ایک شرعی حقیقت ہے کہ دخول جنت تب ہو گا جب دیگر عوارض موانع اور کبائر نہ ہوں ورنہ دونوں کا مخلوط اثر مرتب ہو گا۔ مراد یہ ہے کہ نہ اولاً سیدھا جنت میں جائے گا اور نہ بوجہ گناہوں کے ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ یہاں بھی وضو کی محض مفرد خاصیت اور اس پر مرتب ہونے والا اثر بتایا گیا ہے کہ وہ انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ متوضی گناہوں پر مصر نہ ہو۔ اور کبائر سے تائب ہو۔ (مرتب)

شیخ کامل کی طلب فرض عین ہے | ۲۰. پس طلب شیخ کامل مرشد موصوف بصفاتِ کمال فرض عین شد۔
(صراط التوحید صـ ۷۵)

ترجمہ۔ پس شیخ کامل مرشد کی طلب جو صفات کمال سے موصوف ہو فرض عین ہے۔

سابق جعلی حدیث قدسی میں بایزید نے شیخ کامل کی طلب علی الاطلاق فرض قرار دیا تھا جس سے فرض کفایہ اور فرض عین دونوں مراد ہو سکتے تھے لیکن بایزید کی اس ہدایت نے صراحت کر دی ہے کہ یہ طلب فرض عین ہے یعنی ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے اور یہ شریعت محمدیؐ میں ایک نئے فرض کا اضافہ ہے۔ اور اللہ کی طرف سے کسی فرض کا مقرر کرنا پیغمبر کا کام ہے جس سے ثابت ہوا کہ بایزید اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتا ہے۔

بایزید کی شریعت میں نئے اوامر و نواہی | ۲۱- واعلموا فی طریق التوحید کان مقامات وفی کل مقام کان امر والنهی فینبغی الطالب والسالك ان یعلم اوامر و النواهی منفعة وآفة جمیع المقام ویعمل بالاوامر. یجتنب عن النواهی حتی صار نجاتہ عن آفة کل مقام (صراط التوحید صـ ۳۰)

ترجمہ۔ اور جان لو کہ طریق توحید میں مقامات ہیں۔ اور ہر مقام میں امر اور نہی ہے پس طالب اور سالک کو چاہئے کہ اوامر و نواہی کو اور ہر مقام کی منفعت اور آفت کو جان لے۔ اور اوامر پر عمل کرے۔ اور نواہی سے اجتناب کرے تاکہ ہر مقام کی آفت سے نجات حاصل کرے۔

بایزید نے اس ہدایت میں کہا ہے کہ میرے طریق توحید میں اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی۔ مطلب یہ کہ بایزید کی شریعت ناقص نہیں۔ بلکہ وہ اتنی کامل ہے کہ اس میں اوامر و نواہی اور فرائض سب کچھ ہیں۔ اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اس قسم کے دعووں سے نہ صرف اس کی نبوت بلکہ رسالت ثابت ہوتی ہے۔

بایزید کی حدیث میں شک کرنا کفر ہے | ۲۲- قال علیہ السلام عامیون الناس مریضة وشیخ الکامل طبیبة وذکر الخفی دوایہ من یحب ذکر الدائم نصحة من المرض ومن شك به فقد کفر (صراط التوحید صـ ۱۰۳)

ترجمہ۔ نبی علیہ السلام نے کہا ہے کہ عام لوگ مریض ہیں اور شیخ کامل طبیب ہے اور ذکر اس کی دوا ہے جو ذکر دائم سے محبت کرے۔ پس بیماری سے صحت ہے۔ اور جس نے اس میں شک کیا پس وہ کافر ہو گیا۔

یہ حدیث بایزید کی گھڑی ہوئی ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ جو شخص اس میں شک کرے وہ کافر ہو جاتا ہے بالفاظ دیگر بایزید کی " احادیث کاذبہ" میں جو شک کرے یا ان سے انکار کرے تو وہ اس کے نزدیک کافر ہے۔

خاتم النبیینؐ سے ہمسری کا دعویٰ کرنا | ۲۳- مامن نبیّ الّا ولہ نظیر فی امتہ جو کہا ہے نبی علیہ السلام نے۔ (خیر البیان صـ ۳۳)

مارِ مستعمل | جب اس حدیث سے یہ معلوم کہ جس پانی سے ہم وضو کرتے ہیں یقیناً اس کے ساتھ گناہ مختلط ہو کر جھڑ جاتے ہیں۔ اب یہ پانی جو وضو کے لئے مستعمل ہوا ہے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے اس کے بارہ میں اجمالاً اتنا یاد رکھیں کہ مار مستعمل وہ ہے جس پانی کو تقرب کی نیت سے استعمال کیا جائے (جسے حدیث نے العبد المسلم سے تعبیر کیا ہے) چاہے وضو علی الوضو کیوں نہ ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ پانی نجس ہے بنجاستہ غلیظہ۔ امام ابو یوسفؒ مار مستعمل کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔ جو بقدر ربع ثوب معاف ہے۔ امام محمدؒ اسے طاہر غیر طہور کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ طاہر و طہور کا حکم لگاتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی نظر حد درجہ عمیق ہے۔ آپ تقرب کی نیت سے استعمال ہونے والے پانی کو مار مستعمل کہتے ہیں۔ (بخلاف اس پانی کے جو تنظیف، تطہیر یا تبرید کی غرض سے بغیر نیت تقرب کے استعمال کیا جائے کہ وہ مار مستعمل نہیں ہے) اس مسئلہ میں امام اعظم کا اصل استدلال زیر بحث حدیث سے ہے۔

انسانی بول و براز کیوں ناپاک ہے | امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ اصل منجّس گناہ ہے۔ انسان کا بدن پاک ہے اور طعام بھی۔ لیکن بدن اور طعام اور نظام ہضم کے عمل سے جو چیز (فضلہ) تیار ہوتی ہے وہ ناپاک ہے۔ عقلاً اسے بھی پاک ہونا چاہئے تھا۔ شاید کوئی یہ کہے کہ بدبو اس کے نجس ہونے کی باعث ہے۔ یہ بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ کسی چیز کے بدبودار ہونے سے اس کا نجس ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لئے امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ اصل منجّس گناہ ہے اور گناہ کا محل قلب ہے جس میں حسد، بغض، تکبر اور کم سے کم غفلت عن الذکر تو موجود ہی رہتی ہے اور یہ طعام اندر جا کر اس کے گناہ (جو اصل نجاست ہے) کے ساتھ مختلط متلبس ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ بھی نجس ہو جاتا ہے۔ قاضی عیاضؒ تمام احناف کا اس بات پر اجماع نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کے بول و براز پاک ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ انبیاء کے قلوب گناہوں سے پاک ہیں اور ان کے طعام کا اختلاط گناہ کے ساتھ آتا نہیں۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کے بول و براز کو زمین نگل جاتی اور اس جگہ پر عطر کی سی خوشبو محسوس ہوتی۔ حضرت ام ایمنؓ نے جب آپ کا بول قصداً یا بلا قصد کے پی لیا اور پھر بعد میں آپ کو اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ تیرے بدن کے تمام امراض زائل کر دے گا۔

بہر حال آپ کے بول و براز پاک ہیں مگر آپ نے تعلیم امت کے لئے عام حالات میں ان کے ساتھ معاملہ وہی کیا ہے جس کا آپ نے امت کو حکم دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ کا قول ان کی فراست اور کشف پر مبنی ہے | امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ جب وضو کرنے سے انسان کے خطایا و ذنوب (جو اصل نجاست ہیں) پانی کے اختلاط سے بہنے لگتے ہیں اور پانی کے ساتھ مختلط ہو جاتے ہیں تو یقیناً پانی کو بھی نجس کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی ایک مرتبہ کسی آدمی

هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ط

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک مسلمانوں کے لئے ہادی ہیں اور آپ کی ہدایات و تعلیمات قیامت تک باقی اور جاری ہیں۔ یہاں اس نکتے پر غور کرنا چاہیئے کہ حضور ختمی مرتبت ؐ کے بعد خدا کی طرف سے دوسرے ہادی بھیجنے کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں۔

اولاً یہ کہ حضور ؐ کی ہدایت ؐ تغیر و تبدل آچکا ہے اور اب ضرورت ہے کہ یہ ہدایت دوسرے ہادی کے ذریعے دنیا کے سامنے اپنی صحیح صورت میں پیش کر دی جائے۔

ثانیاً یہ کہ نبی علیہ السلام کی دی ہوئی تعلیم و ہدایت نامکمل ہے اور اس میں کمی بیشی کی ضرورت ہے۔

ثالثاً یہ کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و ہدایت ایک خاص زمانے کے لئے تھی اور اس زمانے کے بعد دوسرے زمانوں کے لئے دوسرے ہادیوں یا ایک ہادی کی ضرورت ہے جو بایزید کے قول کے مطابق کامل اور مکمل اور صاحب شریعت اور صاحب ہدایت ہو۔

لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ تینوں وجوہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

★ نبی علیہ السلام کی تعلیم و ہدایت اپنی حالت پر محفوظ اور باقی ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں آیا ہے۔

★ نبی علیہ السلام کے ذریعے ساری دنیا کو ایسی ہدایت پہنچائی گئی ہے جو ہر اعتبار سے مکمل اور محکم ہے جس میں کمی یا اضافہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کوئی کمی رہ گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے ہادی بھیجنے کی حاجت ہو۔

★ نبی علیہ السلام ایک خاص زمانے اور ایک خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام زمانوں اور تمام دنیا کی قوموں کے لئے قیامت تک ہادی بن کر تشریف لائے اور بنی نوع انسان کے لئے آپ ؐ کی ہدایت اور نبوت و رسالت کافی ہے

ان وجوہ کی بنا پر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی زمانے میں بھی خدا کی طرف سے ہادی بھیجنے کی ضرورت تو کیا اس کا تصور بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی کھلی تکذیب ہے اور ختم نبوت و رسالت سے برملا انکار ہے۔ کیونکہ ختم نبوت و رسالت کا مطلب ہے "ختم ہدایت" اور جو لوگ ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اللہ کی طرف سے دوسرے ہادیوں یا ایک کامل اور مکمل ہادی کے بھیجے جانے کو ضروری سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں ختم نبوت کے منکر ہیں۔

اب بایزید کی مزید ہدایات اور الہامات ملاحظہ کیجیے۔

مرشد کی طاعت کے بغیر عبادت مقبول نہیں	۱۷- ولا یقبل عبادتہم بغیر طاعۃ المرشد ھادی ویلی دا کلام (خیر البیان ص۱۴۵) ترجمہ۔ اور مرشد کی طاعت کے بغیر لوگوں کی عبادت مقبول نہیں۔ ہادی نے یہ کلام کیا ہے

مولانا ابوالحسن علی ندوی

المیۂ افغانستان

افغان مجاہدین کو سلام

افغانستان میں کمیونسٹ افغانی اور روسی فوجوں کے خلاف افغان مجاہدین کی جنگ آزادی اور ان کی بے مثال جدوجہد کو تقریباً آٹھ سال ہو رہے ہیں۔ اس موقعہ پر مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ نے مندرجہ ذیل بیان جاری فرمایا۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں روس میں کمیونسٹ انقلاب آیا۔ تو اس کی زد میں صرف جغرافیائی اور سیاسی حدود ہی نہیں آتے، نہ اس کے اثرات سیاسی اور اقتصادی میدانوں تک محدود رہے۔ جیسا کہ اکثر کوتاہ نظروں کا خیال ہے۔ اس انقلاب کی خطرناک، شدید اور تباہ کن ضربیں عقیدہ و عمل کی ان بنیادوں اور شرافت و اخلاق کے ایسے اصول و مسلمات پر بھی پڑیں جن پر تمام آسمانی مذاہب کا اتفاق ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں جن پر انسانی معاشرہ کی بنیادیں استوار ہوئیں اور جو فطرتِ انسانی اور عقلِ سلیم کے تقاضوں کے عین مطابق تھیں۔ یہی نہیں، بلکہ اس نے احساسِ لطیف، ہمدردی و غم خواری اور محبت و مروت جیسی اعلیٰ انسانی صفات کو بھی مردہ کر دیا اور انسانی قدروں کی بنیادیں منہدم کر دیں۔ تاکہ ان کھنڈروں پر کلیتہً ایک مصنوعی اور مشینی معاشرہ کی نئی عمارت تعمیر کرے یہ انقلاب انسان اور انسانیت کے لئے تاریخ کا شاید سب سے بڑا چیلنج تھا۔ اور یہ المناک حقیقت ہے کہ انسانیت کے خلاف ایک سراسر منفی، غیر فطری، مجرمانہ اور انتشار انگیز سازش کو ایسی کامیابی ملی کہ تاریخ میں جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

کمیونسٹ اثر و نفوذ میں اضافہ اور وسعت کا خمیازہ دوسرے مذاہب اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں اسلام کو زیادہ بھگتنا پڑا۔ اور یہ ایک فطری بات تھی، کیونکہ اسلام ہی واضح اور مثبت قدروں کا داعی، زندگی اور قوت سے بھرپور اور ایک عالمی دعوت کا حامل دین ہے۔ صرف اسلام زندگی کے ہر خلا پُر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جو "احتسابِ کائنات" اور پوری انسانی دنیا کی قیادت و راہ نمائی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔

مومنوں کا عمل جانتا تھا۔ اور اب اپنا نام کافر لکھا ہوا دیکھتا ہوں اور اپنا سارا عمل کافروں کے عمل کی طرح عیاں دیکھتا ہوں۔ پس میں (خدا تعالیٰ) ان کو کہوں گا کہ تجھ پر میری لعنت، اور میرے فرشتوں، پیغمبروں، مومنوں او صاحب ہدایت کی لعنت ہو۔ اور عرصات کے جملہ عالم کو حکم کروں گا کہ اس کو کہیں خدا کی لعنت ہو تجھ پر اے فلاں و فلاں کہ تو شیطان کے کہنے پر عمل کرتا تھا اور قرآن کی آیت پر عمل نہ کرتا تھا۔ تیرے لئے کافروں کے زمرے کا عذاب ہو گا۔ (خیر البیان ص۶۴)

بیرنا تمام مشرک ہے | ۱۱۔ بیرنا تمام نادان، شرک اپنے اعمالنامے کو دیکھے گا۔ اس میں اپنے عمل کو شیطان کے عمل کی طرح پائے گا۔ (خیر البیان ص ۶۲)

خیر البیان قرآن کا ہم مرتبہ ہے | ۱۲۔ اگر تو اس پر عمل نہیں کرتا تو خیر البیان سے بہرہ نہیں پائے گا۔ وہ مجھ سے شرم کرے جو خیر البیان پر عمل کرنے کے بغیر لوگوں کو پند دیتا ہے۔ یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربّك و ان لم تفعل فما بلّغت رسالته۔ اے ہر کدامی پیغمبران برسان تو امت خود را چیزے کہ فرو فرستادہ شدہ است بسوئے تو از پرورد گار تو و اگر نمی کنی تو آں تبلیغ پس نہ رسانیدی تو رسالت خود را۔ قرآن میں ہے بیان۔

(خیر البیان ص ۲۹۶)

اس الہام میں ایک تو بایزید نے خیر البیان کو قرآن کا ہم مرتبہ ٹھہرایا۔ اور دوسرے یہ کہ بایزید نے اپنے اوپر جو آیت نازل کروائی ہے وہ حضور جنتی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر بایزید "یاایہا الرسول" کے معنی اے ہر کدامی پیغمبران کرتا ہے "تاکہ اس زمرے میں وہ خود کو بھی شامل کرے۔ پھر "رسالته" میں ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اور اس نے اپنی طرف راجع کیا۔

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے۔

" اے رسول تیرے رب کی طرف سے تجھ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو نے خدا کی رسالت کو نہیں پہنچایا۔"

اور بایزید کہتا ہے کہ تو نے اپنی رسالت کو نہیں پہنچایا۔ اور اس طریقے سے وہ اس آیت سے اپنی رسالت کو واضح کرتا ہے۔ مذکورہ آیت کو بایزید نے خیر البیان میں بار بار لکھا ہے اور ہر جگہ اس کا ترجمہ اسی پیرائے میں کیا ہے۔

خیر البیان پر عمل نہ کرنے والا دائمی جہنمی ہے | ۱۳۔ دیکھو بایزید! جو شخص خیر البیان پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا۔ اس کی زندگی گناہوں کی زندگی ہو گی۔ وہ جان کنی کے وقت اور قبر میں اور قیامت کے دن عذاب پائے گا۔ اور آگ اور رنگا رنگ عذاب پاتے گا۔ (خیر البیان ص ۳۰۰)

ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو بایزید کے اس الہام پر خاص طور پر غور کرنا چاہئے کیوں کہ اس کی زد ان پر بھی پڑتی ہے۔ و لنعم ما قیل ے

(BRYDON) تباہی کی داستان سنانے کے لئے واپس پہنچ سکا۔ انگریزوں نے دوبارہ کابل فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اکتوبر ۱۸۴۲ء ہی میں اس مہم کو خیرباد کہنا پڑا۔

افغان قوم کی اس بے مثال شجاعت اور اتنی طویل مدت تک مقابلہ میں جمے رہنے کا راز دو باتوں میں مضمر ہے۔

۱۔ پہلی بات ہے ان کی ملی و قومی غیرت، آزادی و خود مختاری کی محبت، اجنبی اثر و اقتدار سے دوری اور غیروں کی غلامی سے شدید نفرت۔ افغان غیروں کی حکومت اور غلامی کو صرف ناپسند ہی نہیں کرتے، بلکہ ان کی فطرت اس سے ابا کرتی ہے ان کو اس سے عار آتا ہے اور یہی وہ جوہر ہے جس نے ان کو ایک ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ مدت سے اپنی آزادی کو محفوظ رکھنے کی ہمت و طاقت بخشی ہے۔

افغانوں نے پہلی صدی ہجری میں صرف اسلامی فتوحات کے سامنے سر جھکایا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فتوحات ایک رحیمانہ، عادلانہ اور الہٰی دعوت کے زیر سایہ ہوئے تھے جو انسان کی قدر و قیمت پہچانتی ہے۔ اخوت و مساوات کی علمبردار ہے اور اپنے زیر سایہ آنے والی قوموں میں نئی زندگی اور نئے عزائم پیدا کرتی ہے ان کی پوشیدہ قوتوں کو اجاگر کرتی ہے۔ اور ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے۔

افغانستان میں مسلم حکومتیں آتی جاتی رہیں، حکمران خاندان بدلتے رہے لیکن افغان قوم ایک عقیدہ پر قائم رہی اور ایک ہی شریعت اور تہذیب کو حرزِ جاں بناتے رہی۔ افغانستان ہندوستان کا واحد پڑوسی ملک ہے جس سے انگریزوں کی ساری امیدیں منقطع ہو گئی تھیں۔ اور انہوں نے اسے اپنے حال پر چھوڑ دینے ہی میں عافیت سمجھی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ افغان قوم کو "موت کے ہنر" میں مہارت حاصل ہے۔ صدیوں سے یہ لوگ اس ہنر کو اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک ایسا ہنر ہے جس کے بغیر نہ تو قوموں کی بقا کی ضمانت ہے نہ ان کی عزت و شرف کی۔ یہ وہ فن ہے جسے اکثر مسلم اور عرب قوموں نے بھلا دیا ہے۔ افغان قوم کے جوانوں، بوڑھوں اور اکثر بچوں اور عورتوں کے سینوں میں بھی یہ جذبہ موجزن رہا ہے۔ اور کسی دور میں بھی سرد نہیں ہونے پایا۔ یہ جذبہ اس وقت اکثر اسلامی ممالک اور عرب اقوام میں سرد پڑ چکا ہے۔ اور ان کی غیرت و حمیت کے فقدان کا یہی سبب ہے۔ افغان اور دوسری مسلم اور عرب اقوام میں یہ بڑا واضح اور بڑا عجیب فرق ہے اور عالم اسلام کے حوادث و واقعات پر نظر رکھنے والوں اور دعوت اسلامیہ کے مستقبل سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کا مطالعہ اور تجزیہ کرنا چاہئے۔

افغان مجاہدین کو میرا سلام اور میری طرف سے مخلصانہ مبارکباد

نشان یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا — کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمال صدق و مروت ہے زندگی ان کی — معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال — یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
خودی کو مرد خود آگاہ کا جمال و جلال — کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں!

کی زبانوں میں کتابیں بھیجی تھیں جن میں سچ، جھوٹ کرنے اور نہ کرنے کے کاموں اور حلال و حرام کا بیان تھا۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ (ہر آئینہ تحقیق فرستادیم ہر پیغمبر را بہ زبان قوم او) بیان ہے۔ قرآن میں دیکھو! میں تجھ کو اپنی قدرت سے چار زبانوں میں خیر البیان سکھاؤں گا۔ کیا ہوا اگر تو اس سے پہلے خیر البیان سے بے خبر تھا۔ (خیر البیان ص۱۷)

اس الہام سے معلوم ہوا کہ بایزید نے دوسرے صاحب کتاب پیغمبروں کی طرح اپنے آپ پر چار زبانوں میں خیر البیان کو نازل کروایا۔ جو پیغمبروں کی طرح حلال و حرام کے بیان پر مشتمل ہے۔

<u>پیغمبروں کی طرح راہ دکھلانے والا</u> ۳۔ میں نے تجھے راہ دکھانے والا بنایا تاکہ تو لوگوں کو پیغمبروں کی طرح سیدھی راہ دکھائے یاایہا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللّٰہ باذنہٖ وسراجًا منیرًا ہ۔ اے ہر کدام پیغمبر ما فرستادیم ترا در حالے کہ گواہ ہستی تو، خوش خبر رسانندہ تو، وتر سانندہ تو، خوانندہ تو مردم را بسوئے پروردگار بحکم پروردگار در حالے کہ چراغ روشن کنندہ تو قرآن میں ہے عیاں (خیر البیان ص۱۸)

اس الہام میں بایزید کہتا ہے۔ کہ میں اللّٰہ کی طرف سے دوسرے پیغمبروں کی طرح سیدھی راہ دکھانے والا ہوں۔ اور پھر مذکورہ آیت بھی اپنے اوپر نازل کروائی۔ حالاں کہ یہ پیغمبر اسلام صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک سے مخصوص ہے۔ لیکن بایزید نے "یاایہا النبی" کے معنی "اے ہر کدام پیغمبر" کر کے اس خطاب میں ہر پیغمبر کو شامل کر دیا۔ اور وہ اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتا ہے۔ اس لئے اس طریقے سے اپنے آپ کو مذکورہ آیت کا مصداق بنایا۔

<u>خیر البیان کلام الٰہی ہے</u> ۴۔ جو آدمی اس کلام پر یقین نہیں رکھتا اسے کہہ دے کہ خدا کی طرف سے اس سے بہتر کلام لاتے۔ اگر تم سچے آدمی ہو۔ وان کنتم فی ریب مما انزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہٖ بیان ہے قرآن میں (خیر البیان ص۲۱۶)

آیت کا ترجمہ۔ اگر تم شک میں ہو سو اس کلام کے بارے میں جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر۔ تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی۔

اس الہام میں کلام سے خیر البیان مراد ہے۔

اس الہام کے بعد متصل بایزید نے بحیثیت ہادی اپنا یہ قول لکھا ہے۔

خیر البیان کلام بشر نہیں ۵۔ ہر زمانے میں جاہل انسان پیغمبر کی کتاب اور ولی کی کتاب پر ایمان نہیں لاتا بلکہ اسے کلام بشر سمجھتا ہے۔ باطل ہے کہ اس کو شک کے ساتھ پڑھے۔ (خیر البیان ص۲۱۶)

نمبر شمار نام لا	رائے داخل کرنے کی تاریخ	تاریخ کا وقت	نمبر شمار	رائے داخل کرنے کی تاریخ	تاریخ سماعت
۱۷ - انڈسٹریل اینڈ کمرشل ایمپلائمنٹ (اسٹینڈنگ آرڈرز) آرڈیننس ۱۹۷۰	//	//	۴۰ - آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن آرڈیننس ۱۹۶۱ء	۲۲/۱/۸۳	۲۹/۱/۸۳
۱۸ - میڈیکل کوالیفیکیشنز (انفارمیشن) آرڈیننس ۱۹۷۰	//	//	۴۱ - بینیفیشریز آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//
۱۹ - پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۴۲ - کیپیٹیشن (GONCILIATION) کورٹس آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//
۲۰ - انڈسٹریل ڈویلپمنٹ ایسوسی ایشن آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۴۳ - ٹریڈ آرگنائزیشنز آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//
۲۱ - کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس ۱۹۶۰	۲۳/۱/۸۳	۲۶/۱/۸۳	۴۴ - والنٹری سوشل ویلفیئر ایجنسیز (رجسٹریشن اینڈ کنٹرول) آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//
۲۲ - ٹی (چائے) کنٹرول آف پرائس ڈسٹری بیوشن اینڈ موومنٹ آرڈر ۱۹۶۰	//	//	۴۵ - پاکستان اسٹینڈرڈز انسٹیٹیوشن (سرٹیفکیشن مارکس) آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//
۲۳ - سول ایوی ایشن آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۴۶ - یونیورسٹی آف کراچی آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۲۴ - کوآپریٹو سوسائٹیز (ری پیمنٹ آف لونز)	//	//	۴۷ - ٹیوب اتھارٹیز لینڈز اینڈ بلڈنگز ریکوری آف پوزیشن آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۲۵ - گواڈر (مرکزی قوانین کا اطلاق) آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۴۸ - فارسٹ لاز امینڈمنٹ آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۲۶ - کول مائینز (ٹرخون واجبتوں کا تعین) آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۴۹ - سپیو ریس ڈویلپمنٹ اینڈ کنٹرول آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۲۷ - پاکستان گرل گائیڈ ایسوسی ایشن آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۵۰ - ملٹری کالج آف انجینئرنگ رسالپور (ڈگری) آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۲۸ - پروبیشن آف آفینڈرز آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۵۱ - پاکستان کالج آف فزیشینز اینڈ سرجنز آرڈیننس ۱۹۶۲	۲۷/۱/۸۳	۱/۲/۸۳
۲۹ - پبلک انویسٹمنٹس (فنانشل سیف گارڈز) آرڈیننس ۱۹۶۰	//	//	۵۲ - اقبال اکیڈمی آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۰ - آئی (E 7 4) مرجری (RESTRICTION) پابندی آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//	۵۳ - پیڈمیکل اینڈ ڈینٹل کونسل آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۱ - جموں اینڈ کشمیر (ایڈمنسٹریشن آف پراپرٹی) آرڈیننس ۱۹۶۱	۲۲/۱/۸۳	۲۹/۱/۸۳	۵۴ - کاپی رائٹ آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۲ - پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ ۱۹۶۲	//	//	۵۵ - پراونشل انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کارپوریشن		
۳۳ - انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹینٹس آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//	(ویسٹ پاکستان) آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۴ - میڈیکل کالجز (گورننگ باڈیز) آرڈیننس ۱۹۶۱	۲۲/۱/۸۳	۲۹/۱/۸۳	۵۶ - ٹی (چائے) پلانٹیشنز یوبیر آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۵ - پاکستان آرڈیننس فیکٹریز بورڈ آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//	۵۷ - پراونشل سمال کازز کورٹس (امینڈمنٹ) آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۶ - نوٹریز آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//	۵۸ - ڈسٹرکٹ بارڈ (سپیشل پاورز) آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۷ - ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (ٹیکنگ اوور) آرڈیننس ۱۹۶۱			۵۹ - اپرنٹس شپ آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۸ - روڈ ٹرانسپورٹ ورکرز آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//	۶۰ - ایلوپیتھک سسٹم (پریونشن آف مس یوز) آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//
۳۹ - پاکستان نیوی آرڈیننس ۱۹۶۱	//	//	۶۱ - جیوٹ آرڈیننس ۱۹۶۲	//	//

(پی آئی ڈی) اسلام آباد نمبر ۲۷۶۲/۱۰۱

(ایس۔ اے نظامی) رجسٹرار فیڈرل شریعت کورٹ

پھر درویشوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم تیرے سامنے مزامیر بجائیں۔
بایزید نے جواب دیا، بجاؤ۔ بشرطیکہ تمہارا بجانا محبت خدا تعالیٰ کے لئے ہو۔ (حالنامہ صہ ۱۱۳)
مزید برآں خیر البیان اور صراط التوحید میں سرود کی تعریف و توصیف میں نبی علیہ السلام کے حوالے سے اپنی گھڑی ہوئی دو حدیثیں بھی بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

السماع طریقۃ وصول القلوب الی قرب المحبوب
سرود طریقہ رسیدن دلہا ست بسوئے نزدیکی محبوب۔ نبی نے کہا ہے علیہ السلام (خیر البیان ص۔ ۲۷۱)
ترجمہ۔ سرود طریقہ ہے دلوں کے پہنچنے کا محبوب کی نزدیکی کی طرف۔

السماع رمز من رموز الرحمٰن لا ینکشف بالبیان ولا یقدر ان یتکلم باللسان۔
شنیدن سرود رمز یست از رمزہائے خدا کہ ظاہر نمی شود آں رمز بہ بیان کردن و قادر نیست ہیچ کسی بہ آنکہ سخن برآرد بہ بیان۔ نبی نے کہا ہے علیہ السلام (خیر البیان ۲۷۱)
ترجمہ۔ سرود کا سننا خدا کے رمزوں میں سے ایک رمز ہے کہ بیان کرنے سے وہ رمز ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی شخص اس پہ قادر نہیں ہے کہ اس بیان میں بات کر سکے۔

بایزید کو موسیقی، سرود اور مزامیر کے ساتھ اتنا شوق تھا کہ پختونوں میں اس کو دینی حیثیت سے مقبول کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک جھوٹی حدیث قدسی اور نبی علیہ السلام کی جانب سے دو جعلی حدیثیں بھی گھڑی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ حضرت اخوند درویزہ کے ارشادات کے برعکس بایزید کی کتابوں میں موضوعی احادیث نہیں ہیں جب کہ اس کی تصنیفات بے شمار جعلی اور خود ساختہ احادیث قدسی اور احادیث نبوی بھری پڑی ہیں۔

اور پھر بایزید موسیقی اور علم توحید کو خدا کے دو پوشیدہ خزانے سمجھتا ہے جو اس کے ذریعے سے افغان قوم کو ملے۔ حالنامے میں ہے کہ :-

ایک روز اپنے دوستوں سے کہتا تھا کہ دو خزانے حق تعالیٰ نے افغانوں سے پوشیدہ رکھے تھے۔ دو شخصوں کے طفیل وہ دونوں خزانے افغانوں پہ ظاہر کئے۔ ایک خزانہ ان میں سے علم توحید ہے جس کو خدا تعالیٰ نے پیر روشاں کے طفیل افغانوں پر ظاہر کیا۔ دوسرا خزانہ جو ظاہر کیا گیا وہ خزانہ علم موسیقی کا ہے جو حاجی محمد (مرید پیر روشاں) کے طفیل افغانوں پہ ظاہر ہوا۔ (حالنامہ صہ ۳۴۵)

بایزید کے اس بیان کی روشنی میں موسیقی کے علاوہ علم توحید بھی وہ خزانہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر بایزید کے زمانے تک افغانوں سے پوشیدہ رکھا تھا۔ اور بایزید کے ذریعے ہی علم توحید کے خزانے کو افغانوں پہ ظاہر کیا۔ بایزید کی اس بے سروپا باتوں کی زد براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

جہاد افغانستان کے مخالفین کی خدمت میں

ایک مضمون کا حقیقت افروز اقتباس جناب ممتاز احمد خان کے قلم سے جس میں سرخپوش لیڈر جناب عبدالغفار خان صاحب کو مخاطب کیا گیا ہے!

آج کل اخبارات میں آپ کے حوالے سے افغانستان میں جنگ آزادی پر آپ کے تبصرے شائع ہو رہے ہیں کہ یہ در اصل امریکہ اور روس کی جنگ ہے اور افغان مجاہدین دانستہ یا نادانستہ امریکہ کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ انہیں روس سے کوئی خطرہ نہیں اور انہیں چاہئے کہ یہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ اور وہاں آرام اور سکون سے بیٹھیں آج اس سے زیادہ دکھ دینے والی اور بعید از حقیقت بات اور کیا ہو سکتی ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔

آپ کی یہ باتیں پڑھ کر ذہن یک دم پچھلی صدی کے وسط میں افغانستان اور برطانوی استعمار کے درمیان جنگوں کی طرف مبذول ہو جاتا ہے۔ امیر دوست محمد خان والئی افغانستان کے فرزند خان محمد اکبر خان کی روح کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے اور ان کے مرقد پر ہمیشہ انوار و رحمت کی بارش برسائے۔ وہ اسلام کی تاریخ کا ایک انتہائی درخشندہ اور تابندہ باب رقم کر گئے ہیں۔ انہوں نے افغانستان میں برطانوی فوجوں کو ایسی ذلت آمیز شکستوں سے دوچار کیا کہ سوائے ایک ڈاکٹر برٹن کے اور کوئی شخص زندہ سلامت پشاور نہ پہنچ سکا۔ اگر اس وقت کوئی شخص کہیں بیٹھا ہوا یہ کہہ رہا ہوتا کہ

"اکبر خان تو یہ سارا کھیل روس کے اشارے پر کھیل رہا ہے ورنہ برطانوی فوجیں تو افغانستان کے لئے باعث رحمت ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان دو بھینسوں کی لڑائی میں نہ آئیں یا بے چارے برطانوی فوجوں کی امداد کریں (جیسا کہ کابل کے شمال میں قزلباش قبیلے کا رویہ تھا) تو قبلہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہوگی؟ یہ جغرافیائی خطہ جو گذشتہ دو سو سال سے افغانستان کے نام سے موسوم ہے پچھلے قریباً ایک ہزار سال سے مجاہدین اسلام کا مولد و مسکن ہے۔ انہوں نے جنوب مغربی اور جنوبی ایشیا میں شجاعت اور حمیّت اسلامی کے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔ یہی لوگ بیرونی استعمار اور استبداد کے خلاف آج اپنی آزادی اسلامی اقدار اور عزت و آبرو کی خاطر ایسی شدید اور شاندار جنگ لڑ رہے ہیں اور ایسی بے دریغ جان و مال کی قربانی دے رہے ہیں جو تمام دنیا سے خراج تحسین وصول کر رہی ہے۔ کاش آپ نے غزنی کے مضافات میں سلطان محمود غزنوی کے روضہ رضیہ اور قبہ بارتبہ کی دیوار پر کندہ اس روح پرور اور ایمان افروز عبارت پر کبھی غور و خوض فرمایا ہوتا۔ بقیہ صفحہ ۲۲ پر

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ :-

" بایزید کی اس تعلیم و تربیت کا اثر ہوا کہ لوگوں نے غلط روایات کو ترک کر دیا اور پورا معاشرہ حصول خیر و فلاح کی طرف راغب ہو گیا جس کا اعتراف اخوند درویزہ نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔ جب میں بایزید کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا تو صبح کی نماز میں وہ آگے ہوا اور اس کے مریدوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی "

لیکن ڈاکٹر صاحب نے حضرت اخوند درویزہ کی عبارت میں تصرف کیا ہے ۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

" بایزید نے نہ غسل کیا اور نہ وضو کیا ۔ آ کر مسجد میں بیٹھ گیا ۔ اس کے بعد اس کے مرید پہنچے اور صبح کی نماز میں مشغول ہو گئے " (تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۰)

خوشحال خان خٹک کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

" خوشحال خان خٹک نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اخوند درویزہ نے پیر روشن کی خیر البیان کو دیکھا لیکن اس کے مضمون کو نہ سمجھ سکے "

لیکن اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ خوشحال خان خٹک حضرت اخوند درویزہ کے مخالف اور بایزید کی تعلیمات کے حامی تھے ۔ بلکہ اس کے برعکس انہوں نے خود بھی اور ان کے خاندان نے بھی یک زبان ہو کر حضرت اخوند درویزہ کی دعوت و تعلیمات کی تائید کی ہے ۔ اور ان کی تصانیف کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اپنی کتابوں میں پیر روشان کی برملا مذمت کی ہے ۔ مضمون کی طوالت سے بچنے کی خاطر ہم دیوان عبدالقادر خان خٹک اور افضل خان ہجری کی تاریخ کے حوالے چھوڑتے ہیں ۔ صرف خوشحال خان خٹک کی کلیات سے دو شعر پیش کرتے ہیں ۔ جن میں سے ایک شعر میں انہوں نے اخوند درویزہ اور پیر روشان کا موازنہ کرتے ہوئے صاف کہا ہے کہ اخوند درویزہ ایمان کی دعوت کا علمبردار تھا اور پیر روشان کفر کی تلقین کرتا تھا ۔ حق و باطل میں حدِ فاصل کھینچنے والا وہ شعر یہ ہے :-

زُہ دَ درویزہ غوندِ ایمان نبیم ورتہ
دے دَ پیر روخان غوندِ دکفر کا تلقین
(کلیات خوشحال خان خٹک ص ۲۲۳)

ترجمہ ۔ میں اخوند درویزہ کی طرح اس کو ایمان سکھاتا ہوں اور یہ پیر روشان کی طرح کفر کی تلقین کرتا ہے ۔

اور حضرت اخوند درویزہ کے مخزن الاسلام کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔

دوہ خیزونہ دی پہ سوات کښې کہ خفی دی کہ جلی
یو مخزن د درویزہ دے بل دفتر د شیخ ملی

ترجمہ ۔ سوات میں دو چیزیں خواہ وہ پوشیدہ ہوں یا علانیہ قابلِ قدر ہیں ـــ جن میں ایک اخوند درویزہ کی مخزن ہے

افکار و اخبار

حضرت مولانا مدار اللہ صاحب مردان

تحریک روشنیہ کے بانی کے دعاوی اور نظریات
ایک تحقیقی جائزہ

اس موضوع پر قدح و قدح پر مشتمل دونوں نقطہ نظر پر بڑے پیمانہ پر فاضل قارئین اظہار خیال کر رہے ہیں کا ان آراء میں سے کسی سے اختلاف یا اتفاق ضروری نہیں (ادارہ)

موقر الحق بابت ستمبر میں "تحریک روشنیہ اور قیام پاکستان" کے عنوان کے تحت ڈاکٹر عبدالرشید پی ایچ ڈی کراچی کا مضمون میری نظر سے گذرا۔ پہلے ہم ڈاکٹر صاحب کے مضمون کے توجہ طلب اجزا پہ بحث کریں گے اس کے بعد تحریک روشنیہ کے بانی بایزید کی کتابوں کی روشنی میں اس کے دعوئ نبوت و رسالت کا تحقیقی جائزہ پیش کریں گے کیونکہ بایزید سے متعلق کوئی بحث نتیجہ خیز اور مفید ثابت نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اپنے دعووں کی روشنی میں اس کی شخصیت اور حیثیت کا تعین نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں مغل اعظم جلال الدین اکبر کے دین الٰہی کے فتنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہوا ہے۔ کہ

"صوبہ سرحد کے صوفیائے کرام نے ان بدعقیدگیوں کا اپنی زبان سے مقابلہ کیا بلکہ تحریک روشنیہ کے مجاہدین نے تلوار کے ذریعے شاہی فوج کے چھکے چھڑا دئے۔ اور اس علاقہ کے جیالے مسلمانوں کی بہادری کو جذبۂ جہاد میں بدل دیا۔ اور یہ اسی تحریک کی کوشش تھی جو آگے چل کر قیام پاکستان کا سبب بنی"

ہمیں حیرت ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے تحریک روشنیہ اور اکبر کے دین الٰہی کے فتنے کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا تحریک روشنیہ کا قیام اکبر کے دین الٰہی کے فتنے کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی معرض وجود میں آیا تھا اور اس کا اساسی مقصد جہاد کے ذریعے اس فتنے کو دبانا تھا۔ حالاں کہ یہ دعویٰ تاریخی حقائق کے خلاف تو ہے ہی۔ خود

فرمان جملہ را بحضور بیارند۔ (حالنامہ و مقدمہ خیر البیان صد ۳۶)

ترجمہ: جب اکبر بادشاہ نے سنا کہ پیر دستگیر کے خاندان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا ہے تو لاہور سے آتا ہوا اٹک آ پہنچا۔ اور جگہ جگہ افغان قبائل کو فرمان بھیجا کہ اس شخص کی حالت پر افسوس ہے جو پیر روشان کے خاندان اور اس کے یاروں میں سے مردوں، عورتوں، آزاد غلاموں کو اپنے پاس قید رکھتا ہے اس فرمان کے دیکھتے ہی وہ سب لوگ میرے حضور پیش کئے جائیں۔

حالنامہ کے اس بیان کے پیش نظر کوئی صاحب بصیرت اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اکبر بایزید کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی طرح پیر روشان اور پیر دستگیر سمجھتا تھا۔ اور اس کو پیر دستگیر کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا تھا۔ حالاں کہ وہ دوسرے تمام لوگوں کو اپنے سے فروتر سمجھتے ہوئے انہیں اپنے سامنے سجدہ بجا لانے پر مجبور کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بایزید کے خاندان اور اصحاب کے ساتھ اسے اتنی ہمدردی تھی کہ بنفس نفیس لاہور سے چل کر اٹک آیا۔ اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھا جب تک اپنے پیر دستگیر کے خاندان اور اصحاب کو یوسف زیوں کی قید سے نہ چھڑا لیا۔

بایزید سے اکبر کی ارادت و عقیدت کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ اس نے بایزید کے چھوٹے لڑکے جلالہ کو یوسف زیوں کی قید سے نہ صرف چھڑا لیا بلکہ اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اسے نہایت عزت و احترام سے رکھا۔ ہمارے بعض ادیب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جلالہ چند دن اکبر کے پاس رہا اور موقع پاتے ہی وہاں سے بھاگ نکلا۔ لیکن ہم اس دعوے کو ذہنی اختراع کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ روشنائیوں کی اپنی تاریخی کتاب ان کے اس دعوے کی تردید کر رہی ہے چنانچہ حالنامے کا بیان ہے کہ:۔

"اکبر نے جلالہ کو اپنے پاس نہایت عزت و احترام سے رکھا۔ لیکن شیخ محمد خلیل (مرید بایزید) نے تنہائی میں جلالہ سے کہا کہ اکبر کی اس مدارات سے دھوکے میں نہ آنا۔ مناسب ہے تم یہاں سے بھاگ نکلو۔ لیکن اس پر راضی نہ ہوا۔ آخر پیر روشان کے ان مریدوں نے جو اس کے ساتھ تھے، جب یہ دیکھا کہ وہ اکبر کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتا تو انہوں نے باہمی مشورہ کر کے جلالہ کو بے ہوشی کی دوا پلائی اور مشہور کیا کہ وہ بیمار ہے۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں اسے اٹھا کر چپکے سے کوہستان لے گئے۔ جلالہ کو جب ہوش آیا تو اس نے اکبر کے "احسانات" گنوا کر واپس جانا چاہا۔ مگر ان مریدوں نے ایک نہ سنی۔ آخر وہ شیخ عمر کی جگہ اپنے باپ کی مسند پر بیٹھا اور پیر روشان کے مریدوں میں تنظیم کر کے مغلوں کے خلاف معرکہ ہوا۔

(حالنامہ و تذکرہ صوفیائے سرحد صد ۱۹۳)

حالنامہ کے اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جلالہ اپنی مرضی سے اکبر کے دربار سے نہیں بھاگا بلکہ اسے بے ہوشی کے عالم میں زبردستی بھگا کر لے جایا گیا اور اگر اسے بے ہوش کر کے نہ لے جاتے تو وہ اکبر اعظم سے کبھی مفارقت اختیار نہ کرتا۔

جانے والے ایک قافلے کو لوٹا تھا جس پر مرزا حکیم نے راستوں اور قافلوں کی حفاظت کی خاطر بایزید اور روشنائیوں کے خلاف لشکر کشی کی۔ اور بایزید قافلے کے لوٹنے کے لئے مرزا حکیم سے اظہار معذرت کرنے کی بجائے جنگ پر آمادہ ہوا چنانچہ یہ حقیقت ڈاکٹر صاحب کے نزدیک بھی مسلم ہے اور انہوں نے اپنے مضمون میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے اس واقعے کا مفصل ذکر حالنامہ میں موجود ہے جس کے لئے حالنامہ کے صفحات ۱۷۴ سے ۱۸۴ تک دیکھے جائیں۔

حالنامہ میں اس واقعے کے آخر میں لکھا ہے کہ

" بایزید نے اس جنگ میں شریک ہونے والے روشنائیوں کو یہ اعزاز بخشا کہ یہ ایک حصہ مال غنیمت دوسروں سے زیادہ پائیں گے "

مالِ غنیمت کی اصطلاح سے بایزید کا یہ عقیدہ واضح ہوا کہ وہ اس جنگ کو جہاد اور اپنے مخالفین کو کافر سمجھتا تھا اسی لئے تو ان سے حاصل شدہ مال و اسباب کا مالِ غنیمت کا نام دیا۔ اسی طرح روشنائیوں نے مغلی فوج سے ایک اور جنگ لڑنے کے بعد اس کو غزائے کلاں کا نام دیا۔

ان جنگوں سے مغل اعظم کا کوئی تعلق نہ تھا اور نہ اس نے مرزا حکیم کو پیر روشان یا روشنائیوں سے لڑنے کا کوئی فرمان بھیجا تھا بالفاظ دیگر یہ ایک صوبائی معاملہ تھا جس کا تعلق امنِ عامہ کے قیام اور راستوں اور قافلوں کی حفاظت سے تھا واضح رہے کہ گورنر کابل کی مغلی فوج میں تنہا مغل نہ تھے۔ بلکہ اس میں پختون قبائل کی نمایاں اکثریت تھی۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ دہلی اور اٹک سے کابل کو جو قافلے جاتے تھے ان میں قبائل اور پختونوں اور اس علاقہ کے لوگوں کی اکثریت تھی جن کا مال و اسباب لوٹنا روشنائی اپنے لئے حلال سمجھتے تھے کیونکہ ان کے پیر تمام کی یہی تعلیم تھی۔

بایزید سے اکبر کے ارادت مندانہ تعلق کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ بایزید کی وفات کے بعد جب اس کا بیٹا شیخ محمد عمر جانشین ہوا اور یوسف زیئوں پر سات آٹھ سال تک حکومت کی۔ اور پھر حمزہ خان الکوزئی کی سرکردگی میں یوسفزیوں نے بایزید کے خاندان اور روشنائیوں کو شکست دی جس کے نتیجے میں بایزید کے پانچ لڑکوں شیخ محمد عمر۔ خیر الدین۔ نور الدین، اللہ داد اور دولت کو لقمۂ اجل ہونا پڑا۔ اور جلال الدین عرف جلالہ قید ہوا۔ بایزید کا ساتواں لڑکا کمال الدین اس وقت تیراہ میں تھا جو بچ گیا۔ بایزید کی بیوی بی بی شمسو بھی یوسف زیوں کی قید میں آگئی۔

اکبر کو اپنے پیر بایزید کے خاندان کی تباہی کا حال سن کر بہت رنج ہوا۔ اس کے بارے میں روشنائیوں کی اپنی تاریخ حالنامے کا بیان خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

" چوں اکبر بادشاہ شنید کہ با خاندان " پیر دستگیر " افغاناں چنیں کار کردند از لاہور کوچ در کوچ کردہ تا بشہر اٹک رسید۔ جابجا در قبائل افغاناں فرمان فرستاد کہ وائے بر کسے کہ از خاندان پیر روشان و اصحاب او از مرد و زن وآزاد و بندہ در خانۂ خود نگاہ دارد۔ باید کہ بدیدن

بایزید کی اپنی کتابیں اس دعوے کی صحت سے انکار کر رہی ہیں ۔ بایزید کی ساری کتابیں اٹھا کر دیکھئے ان میں دین الہی کی مخالفت تو درکنار اس کا کہیں ذکر تک نہیں ملتا ۔ اس کے برعکس بایزید کے تعلقات اکبر کے ساتھ پیری مریدی کے تھے اور اکبر جیسے مغرور اور جابر بادشاہ نے برملا اس کی پیری کو قبول کرنے کا اعلان کیا تھا ۔

بایزید نے اپنی کتاب صراط التوحید ۹۷۰ھ میں لکھی تھی اور اس کی تصنیف کے دو سال بعد یعنی ۹۸۰ھ میں وفات پائی ۔ صراط التوحید میں اکبر کے دین الہی کے فتنے کا ذکر تک نہیں ملتا ۔ بایزید نے اپنی یہی کتاب اپنے خلیفہ دولت کے ہاتھ اکبر کو بھیجی تھی ۔ اکبر پر اس کتاب کے پڑھنے کا کیا اثر ہوا اس کے لئے خود بایزید کی اپنی لکھی ہوئی سوانح عمری حال نامے کا بیان ملاحظہ ہو ۔

" من شیخ را بہ پیری قبول کردم و ہر خدمتے کہ بفرماید بجا آرم ۔ بعدہٗ چیزے ہدیہ برائے پیر دستگیر فرستاد و خلیفہ را نیز خلعت بخشید " (بحوالہ مقدمہ خیر البیان ص ۲۵)

ترجمہ ۔ میں نے شیخ کی پیری قبول کی اور وہ جو خدمت فرمائے میں بجا لاؤں گا ۔ پھر اس نے کچھ چیزیں بطور ہدیہ پیر دستگیر کے لئے بھجوائیں اور خلیفہ دولت کو بھی خلعت سے نوازا "

بایزید نے اکبر کے بھیجے ہوئے تحفے کو خوشی کے ساتھ قبول کیا ۔ اگر وہ اکبر کو دین الہی ایجاد کرنے کے سبب مبغوض سمجھتا تو اس کے ساتھ اس قسم کے تعلقات استوار نہ کرتا ۔

ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنے مضمون میں بایزید اور اکبر کے تعلقات کا ذکر کیا ہے ۔ اور ان میں پیری اور مریدی کے مراسم کو تسلیم کیا ہے ۔ پھر نہ معلوم انہوں نے یہ دعویٰ کس بنا پر کیا ۔ کہ دین الہی کے فتنے کا مقابلہ کرنے کے لئے تحریک روشنیہ کے مجاہدین نے خود بھی جہاد کیا اور مسلمانوں میں بھی جذبہ جہاد کو بیدار کیا ۔ اور پھر یہ دعویٰ بھی عجیب و غریب ہے کہ انہوں نے قیام پاکستان کا رشتہ تحریک روشنیہ کی سرگرمیوں سے جوڑ لیا ۔ ہمیں اس سے بھی شدید اختلاف ہے کہ تحریک روشنیہ یا فرقہ روشنیہ کی سرگرمیوں پر جہاد کا اطلاق کیا جائے ۔ جب کہ جہاد کا اطلاق اس جنگ پر کیا جاتا ہے جو محض اعلائے کلمۃ الحق اور دفع فساد کے لئے لڑی جاتی ہے ۔ اور مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان دنیوی اغراض کے لئے جو قتال کیا جاتا ہے ۔ اس پر جہاد کا اطلاق کرنا اسلامی تعلیمات کے قطعی منافی ہے ۔

جہاں تک قابل کے گورنر مرزا محمد حکیم خان اور پشاور کے حاکم معصوم خان کی فوجوں سے بایزید اور روشنائیوں کے لڑنے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ نہ تو اکبر کے دین الہی کی مخالفت تھی اور نہ مغل دشمنی تھی ۔ اور نہ بقول بعض ادیبوں کے اس کا سبب یہ تھا کہ بایزید مغلوں سے پختونوں کی داخلی حکومت کا خواہاں تھا ۔ یہ تصور دراصل بیسویں صدی کے عصری تقاضوں اور ان کے اثرات کا پیدا کردہ ہے ۔ اور اس کے پس پشت علاقائی ۔ نسلی اور لسانی عصبیت کے لئے راہ ہموار کرنا ہے ۔ بایزید نے مرزا حکیم کی فوجوں سے جنگ کا آغاز اس لئے کیا کہ بایزید کے مریدوں نے کابل

کیونکہ اکبر کے وہ تمام احسانات اس کے پیش نظر تھے جو اس نے وقتاً فوقتاً بایزید اور اس کے خاندان اور جلالہ پر کئے تھے۔

اب ان حقائق کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب کے اس دعوے کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ تحریک روشنیہ کے مجاہدین نے جلال الدین اکبر کے دین الٰہی کے فتنے کا مقابلہ کرنے کے لئے خود بھی جہاد کیا اور اس علاقہ کے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد کو بیدار کیا اور پھر ان کا یہ دعویٰ تو مضحکہ خیز ہے کہ روشنیہ کی تحریک آگے چل کر قیام پاکستان کا سبب بنی ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد　　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بایزید کی وفات کے کئی سال بعد روشانیوں اور جلالہ نے جو جنگیں لڑیں ان کا مقصد نہ اکبر کے دین الٰہی کے فتنے کا دبانا تھا اور نہ مغل دشمنی ان جنگوں کی بنیاد تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بایزید کی تعلیمات کی روشنی میں جلالہ اور روشانی اپنے سوا تمام مسلمانوں کے مال و اسباب کو لوٹنا حلال سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دہلی اور اٹک سے کابل جانے والے قافلوں پر یلغار کرتے تھے۔ اور خون خرابہ کر کے ان کے مال و اسباب لوٹتے تھے۔ اور مغلی فوج ان کی ان سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے مقابلے پر اتر آتی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ہم اکبر یا مغلوں کی صفائی پیش نہیں کر رہے ہیں۔ ہم اکبر کی بے دینی اور الحاد کی برملا مذمت کرتے ہیں۔ اور اس نے اپنی سلطنت کی توسیع کے لئے یوسف زیوں اور دوسرے پختون قبائل سے جو جنگیں لڑیں وہ قطعاً حرام تھیں اور مغل فوج کے مقابلے میں پختون قبائل کی جنگ مدافعانہ تھی۔ اس لئے وہ اس میں حق بجانب تھے۔

لیکن روشانیوں اور جلالہ کی سرگرمیاں کچھ اور قسم کی تھیں۔ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ بایزید کے بیٹے جلالہ اور روشانیوں سے نہ قافلے محفوظ تھے اور نہ مسلمانوں کے شہر۔ چنانچہ جلالہ نے آخری بار شہر غزنی پر حملہ کیا اور اس کے مکینوں کو خوب لوٹا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ غزنی مغلوں کا مخصوص شہر نہ تھا۔ اور اس میں عام مسلمان اور پختون آباد تھے کیونکہ جلالہ اور روشانیوں کی نظر میں وہ تمام مسلمان مُباح الدم اور ان کا لوٹنا جائز تھا۔ جو پیر بایزید کے منکر تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم تو یہ ہے کہ غیر مسلموں سے جنگ کے دوران بھی ان کے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ لیکن بایزید اور اس کے مرید اس قسم کی اخلاقی اور اسلامی پابندیوں سے آزاد تھی۔

فقہ حنفیہ کا مسئلہ ہے کہ اگر مجاہدین اسلام کفار سے نبرد آزما ہوں۔ اور وہ ان کے ایک شہر پر حملہ کرنے والے ہوں لیکن صبح کے وقت اس شہر سے اذان کی آواز بلند ہو تو مجاہدین اسلام اس شہر پر حملہ نہیں کریں گے " تاکہ ایسا نہ ہو کہ غیر مسلموں کے ساتھ کہیں مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے۔ لیکن غزنی پر حملہ کرتے وقت جلالہ اور روشانیوں کو اس قسم کا خیال تک نہ آیا۔

اور دوسرے شیخ ملی کا دفتر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بایزید کی خیر البیان کی چار زبانوں خصوصاً پشتو کی تعریف کی ہے کہ اس نے پشتو میں اپنا سرمایہ چھوڑا ہے۔

لیکن ہم یہ واضح کئے دیتے ہیں کہ بایزید نے خیر البیان میں پشتو زبان کو وہ مقام نہیں دیا ہے جس کی وہ مستحق نہیں ہے۔ اس نے خدا کی طرف سے اپنے اوپر چار زبانوں میں خیر البیان نازل کروائی جس میں ترتیب کے لحاظ اس نے پشتو کو درجہ سوم میں رکھا۔ عربی کی تقدیم اور ترجیح تو سر آنکھوں پر کہ وہ قرآن کی زبان ہے اور تاجدار عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اور اہل جنت کی زبان ہے لیکن ہمیں بایزید سے اس بات پر بالکل بجا شکوہ ہے کہ اس نے پشتو کو فارسی سے بھی موخر کر دیا ہے۔ اور پختون قوم کو فارسی خوانوں کے پیچھے لگا دیا۔

من از بیگانگاں ہرگز ننالم　　　که بامن ہرچه کرد آں آشنا کرد

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

" اس کے علاوہ پشتو موسیقی کا ارتقا بایزید اور ان کے پیروکاروں ہی کی وجہ سے ہوا۔ ان لوگوں نے پشتو موسیقی میں بنیادی تبدیلیاں کیں۔ اور نئے سُر ایجاد کئے۔ شمال مغربی علاقے کے لوگوں کو علم موسیقی کا خزانہ بایزید انصاری کے مرید حاجی محمد کے طفیل ملا "

یہ درست ہے کہ بایزید اور اس کے پیروکاروں نے موسیقی کو ترقی دی اور اسے پختونخوا میں خوب فروغ دیا۔ موسیقی اور سرود کے ساتھ بایزید اور اس کے مریدوں کا خاص شوق تھا۔

جب کہیں رقص و سرود کی محفل گرم ہوتی تو بایزید وہاں جاتا اور کبھی کبھی فرط شوق سے خود بھی رقص میں مطربوں کے ساتھ شریک ہو جاتا۔ اس کی مجنونانہ حرکات کے باپ (قاضی عبداللہ) کو بری لگتی تھیں۔ وہ اس پر بدنام ہو رہا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔　　(مقدمہ خیر البیان ص ۶)

لیکن ہمیں افسوس اس بات پر ہے کہ وہ موسیقی اور سرود کے جواز کو معاذ اللہ اپنی ساختہ احادیث نبوی اور حدیث قدسی سے ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے حالنامہ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

" ایک رات بایزید نے خواب میں دیکھا کہ ہندوؤں کی ایک جماعت، زنار بند، گلوبستہ اس کے گھر میں آئی اس کے خواب کے دوسرے دن چالیس آدمی بایزید کے گھر آئے۔ اور ہمراہ ایک رباب، دائرہ اور چارتارہ لئے ہوئے تھا۔ انہوں نے کہا بایزید! عالم کہتے ہیں کہ مزامیر کا سننا حرام ہے تیری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ بایزید نے کہا کہ میں نے حدیث میں دیکھا ہے کہ مزامیر کی تین نوعیتیں ہیں۔ حرام۔ مباح۔ اور حلال۔ حدیث قدسی میں ہے کہ جو کسی چیز کی آواز محبت دنیا کے لئے سنتا ہے وہ حرام ہے اور جو محبت جنت کے لئے سنتا ہے وہ حلال ہے۔

FTM-5-77

Asiatic

کی رسالت پر پڑتی ہے۔ کہ آپؐ نے معاذ اللہ دنیا کی قوموں کو جن میں افغان قوم بھی شامل ہے، پیغام توحید اور علم توحید کو صحیح معنوں میں نہیں پہنچایا۔ بلکہ بقول بایزید آپؐ کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے علم توحید کے اس خزانے کو بایزید کے لئے مخفی رکھا اور اسی کے ذریعے افغان قوم پر ظاہر کیا۔ بایزید کے اس دعوے سے نبی علیہ السلام پر خاکم بدہن اس کا تفوق لازم آتا ہے۔ اور حضورؐ کی شان رسالت کی تنقیص ہوتی ہے جس کے لازمی نتائج سنگین مضمرات کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں بایزید کی تکمیل علم کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور ان کے خیال میں یہ بایزید کا بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے عربی، فارسی، ہندی اور پشتو چار زبانوں میں الہام ربانی کے ذریعہ خیر البیان لکھی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر خیر البیان کی عربی الہامی ہوتی تو چاہیے تھا کہ اس کی عربی بڑی فصیح و بلیغ ہوتی اور اس کا معیار بہت بلند ہوتا۔ اور وا در حقیقت حال یہ ہے کہ اس کی الہامی عربی کی ایک ایک سطر میں کئی فاش غلطیاں ہیں۔ اور مشکل ہی سے اس پر عربی کا گمان ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جن حضرات نے ان کی کتابوں کو ایڈٹ کیا ہے انہوں نے بایزید کی عربی کو ایک حد تک صحیح بنانے کی کوشش کی ہے۔ خیر اس وقت اس موضوع پر مزید بحث کرنا نہیں چاہتے۔

ڈاکٹر صاحب نے بایزید پر صرف حضرت اخوند رویزہ کے کئے گئے اعتراضات بھی گنائے ہیں جن کا تقاضا یہ تھا کہ وہ بایزید کی کتابوں سے یہ ثابت کرتے کہ حضرت اخوند رویزہ کے اعتراضات درست نہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے یہ زحمت نہیں فرمائی۔ ہم بڑی تعدی کے ساتھ کہتے ہیں کہ بایزید پر حضرت اخوند رویزہ کے تمام اعتراضات بالکل صحیح اور درست تھے۔ اور آج بھی ان کی صحت میں سرمو فرق نہیں آیا ہے حضرت اخوند رویزہ کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ بایزید نبوت کا مدعی تھا۔ ہمارے اس مضمون کا عنوان بھی بایزید کے دعویٰ نبوت و رسالت سے متعلق ہے۔ ہم ڈاکٹر صاحب اور دوسرے احباب کی تشفی کی خاطر بایزید کی اپنی کتابوں سے اس کے دعویٰ نبوت و رسالت کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے بایزید کے مندرجہ ذیل الہامات ملاحظہ کیجئے۔

ہر زمانے میں صاحب کتاب ہادی کا بھیجنا | ۱۔ اے بایزید! میں ہر زمانے کے بے خبر لوگوں کو عذاب نہیں دوں گا۔ میں پہلے ہادی کو ان کے پاس کتاب کے ساتھ بھیجوں گا جس میں سچ، جھوٹ، حلال، حرام کرنے اور نہ کرنے کے کاموں اور راحت و عذاب کا بیان ہوگا۔ (خیر البیان ص ۷۵)

بایزید کے اس الہام سے ختم نبوت کا صاف انکار اور اجرائے نبوت کا برملا اقرار ہے۔

بایزید کو خیر البیان کے ساتھ بھیجا گیا | ۲۔ دیکھو بایزید! میں نے تجھ سے پہلے پیغمبروں کو ان کی قوموں

اسلام آباد

وفاقی شرعی عدالت

۲۸/دسمبر ۱۹۸۲ء

اِطلاعِ عام

حال ہی میں آرٹیکل ڈی ۲۰۳ آئین پاکستان ۱۹۷۳ء میں ایک ترمیم کی رو سے وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ از خود ان قوانین کی جو اس کے دائرہ اختیار کے اندر ہیں اس نظریہ سے جانچ پڑتال کر سکتی ہے کہ وہ کس حد تک قرآن کریم یا سنت رسول ؐ کے احکام سے متعارض ہیں۔

عوام الناس کو بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ عدالت ہذا نے ۱۵ / نومبر ۱۹۸۲ء کو جو نوٹس جاری کیا تھا اس کے تحت ۴۳ قوانین پر فیصلہ دیا جا چکا ہے۔ اب عدالت ہذا درج ذیل ۱۶ مزید قوانین کے قرآن و سنت سے متعارض ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہر ایک کے مقابل کالم نمبر ۴ میں درج تاریخوں پر غور و خوض کرے گی۔

لہٰذا عوام سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ متذکرہ کالم نمبر ۳ تک عدالت ہذا کو مطلع فرمائیں کہ ان کی رائے میں قوانین مذکورہ کی کون سی دفعات اور کس حد تک قرآن و سنت سے متصادم اور متعارض ہیں۔ اس سلسلے میں ہر دفعہ کے متعلق اپنی رائے کے ساتھ قرآن کریم احادیث اور فقہی آراء کے مکمل حوالے بھی دیں۔ جن صاحب کی عدالت میں حاضری کی ضرورت سمجھی جائے گی ان کو بذریعہ نوٹس ان کے پتہ پر اطلاع دے دی جائے گی۔ کہ وہ ایک خاص مقررہ تاریخ کو عدالت میں حاضر ہو کر اپنی رائے پیش کریں۔

نمبر شمار	نام لا	رائے داخل کرنے کی تاریخ	تاریخ کا وقت
۱	۲	۳	۴
	پاکستان کوڈ جلد XIII و XIV		
۱	ان ڈیزائریبل کمپنیز ایکٹ ۱۹۵۸ء	۲۰/۸۳	۲۴/۸۳
۲	پاکستان کریمینل لاء امینڈمینٹ ایکٹ ۱۹۵۸ء	//	//
۳	ایگریکلچر پیسٹس ایکٹ ۱۹۵۸ء	//	//
۴	پبلک آرڈر (ڈبنگز) آرڈیننس ۱۹۵۸ء	//	//
۵	پبلک آرڈر (پولیٹکل یونیفارم) آرڈیننس ۱۹۵۸ء	//	//
۶	رجسٹریشن آف پرائیویٹ سکولز (کراچی ڈویژن) آرڈیننس ۵۸ء	//	//
۷	کنٹرول آف آرکیٹیکچر (تعمیر ثانی)	//	//

نمبر شمار	نام لا	رائے داخل کرنے کی تاریخ	تاریخ کا وقت
۸	پیننز آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//
۹	کنٹرول آف فیننگ آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//
۱۰	فرنٹیئر کورز آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//
۱۱	پاکستان بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن آرڈیننس ۱۹۵۹ء	۲۲/۸۳	۲۵/۸۳
۱۲	ٹی (TEA) آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//
۱۳	کلیمز فار مینٹیننس (ریکوری ابراڈ) آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//
۱۴	پاکستان ملٹری اکیڈمی (ڈگریز و سرٹیفکیٹس) آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//
۱۵	انڈسٹریل ڈسپیوٹس آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//
۱۶	پاور الکوہل آرڈیننس ۱۹۵۹ء	//	//

واضح رہے کہ بایزید اپنے آپ کو شیخ کامل اور پیر تمام کہتا ہے لیکن اس معنی میں کہ اس کے نزدیک پیر تمام اور نبی
و رسول کا مرتبہ ایک ہی ہے چونکہ رسول ایک نئی کتاب اور نئی شریعت لاتا ہے جس میں فرائض بھی ہوتے ہیں اور
امر و نواہی بھی۔ اس لئے بایزید نے بھی اپنی شریعت میں اپنے متبعین پر وہ بعض وہ چیزیں فرض قرار دی ہیں جو
شریعت محمدی میں قطعاً فرض نہیں۔ اسی طرح وہ صاف اقرار کرتا ہے کہ اس کی شریعت میں اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی
جس طرح پیغمبر پر اور اس کی کتاب پر ایمان لانا فرض ہوتا ہے۔ اسی طرح بایزید بھی اپنے آپ پر اور اپنی کتاب
خیر البیان پر ایمان لانا فرض قرار دیتا ہے۔ اور اپنے منکرین کو کافر مشرک اور منافق کہتا ہے۔ مزید برآں اس کا یہ
بھی عقیدہ تھا کہ وہ تمام زمانے کے لئے پیر کامل تھا اور اسی بنا پر وہ اپنے آپ کو پیر تمام کہتا تھا۔ وہ اپنے سوا
تمام مشائخ طریقت اور پیران عظام کو نہ صرف ناقص بلکہ مشرک قرار دیتا تھا اور اپنے اصحاب اور پیروکاروں کو نجات
یافتہ سمجھتا تھا اور روز حشر میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں اپنے لئے ایک منفرد مقام اور اپنے پیروکاروں
کے لئے ایک امتیازی شان کا قائل ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہادی کہتا ہے۔ بدیں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف سے
لوگوں کے لئے ہادی بنایا ہے۔ اور ہادی کا اطلاق پیغمبر پر ہوتا ہے اسی طرح وہ بے شمار غیر اسلامی عقائد کا معتقد اور داعی
ہے اور واضح طور پر نبوت و رسالت کا مدعی ہے۔

اب مذکورہ امور کے ثبوت کے لئے بایزید کے مندرجہ ذیل الہامات ملاحظہ ہوں۔

پیر تمام کا دعویٰ | ۶۔ اس زمانے میں تیرے سوا پیر تمام نہیں ہے تو انبیاء کا وارث ہے اور صاحب ہدایت ہے
اس کلام پر یقین کرو۔ (خیر البیان ص ۳۲۳)

پیر تمام پیغمبروں کے ساتھ اٹھے گا | ۷۔ اے بایزید! میں قیامت کے دن چار زمروں میں آدمیوں کو اٹھاؤں گا۔ پیر
تمام کو پیغمبروں کے زمرے کے ساتھ اٹھاؤں گا۔ اور پیر ناتمام کو شیطان کے عمل پر شیطان کے زمرے کے ساتھ اٹھاؤں
گا۔ پیر تمام کا فرماں بردار مسلمان کے عمل پر مسلمان کے ساتھ اور پیر ناتمام کا فرماں بردار کافروں کے عمل پر کافروں کے
ساتھ اٹھاؤں گا۔ (خیر البیان ص ۶۰)

پیر تمام اور پیغمبر ہم مرتبہ ہیں | ۸۔ اے بایزید اگر تیری رضا ہو کہ لوگوں کو پیغمبروں کی راہ کی طرف بلائے پس
چاہیئے کہ تو انہیں پیر تمام کی طرف بلائے۔ (خیر البیان ص ۳۲)

شیخ کامل کا نافرمان اسلام سے خارج ہے | ۹۔ جس نے شیخ کامل کی اطاعت سے منہ موڑا اور ناقص کی اطاعت
میں داخل ہوا۔ وہ ایمان، اسلام اور احسان سے باہر نکلا۔ ہادی نے یہ کلام کیا ہے (خیر البیان ص ۲۳۷)

پیر ناتمام کے لئے کافروں کا عذاب ہوگا | ۱۰۔ جب پیر ناتمام نادان مشرک شیطان کا پیروکار اپنے اعمال نامے کو دیکھے
گا اس میں اپنا نام کافر پائے گا۔ اور اپنا عمل کافروں کا۔ اور کہے گا کہ میں اپنے آپ کو دنیا میں مومن جانتا تھا اور اپنا عمل

لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان حکومتیں اور قومیں اس وقت اس انقلاب کے عمیق اور دور رس نتائج کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکیں۔ اس افسوسناک غفلت سے اگر کسی فرد کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے تو وہ ترکی کے مرد مجاہد اور سلطنت عثمانیہ کے سابق وزیر جنگ غازی انور پاشا تھے جنہوں نے ۱۹۲۱ء، ۱۹۲۲ء میں ترکستان کے باشندوں کو کمیونسٹوں کے مقابلہ کے لئے ایک مضبوط محاذ قائم کیا تھا اور بالآخر اسی جدوجہد میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اور قوموں میں اگر کسی قوم کو اس عالمگیر غفلت سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے تو وہ بہادر اور جانباز افغانی قوم ہے۔ جو کابل میں روسیوں کے سہارے برسر اقتدار اور آلہ کار حکومت اور ان کی مدد کرنے والی روسی افواج کے خلاف مسلسل آٹھ سال سے برسرپیکار ہے۔ اور کمیونسٹ سرطان (OCTOPUS) کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہے۔ جو پاس پڑوس کے ممالک اور اقوام کو ہڑپ کر لینا چاہتا ہے۔

اس صاحب ایمان، غیرت مند اور اپنی عزت و شرف کے لئے جان کی بازی لگا دینے والی قوم نے اپنی ہمت و شجاعت کا سکہ جما دیا ہے۔ اور بہت سے ان مسلم و عرب ممالک پر بھی اپنی فوقیت و فضیلت ثابت کر دی جو اسلامی دعوت، اسلامی تہذیب و تمدن کو اپنانے میں افغانستان سے قدیم ہیں اور جن کا حصہ اسلامی ثقافت اور علوم کی توسیع و ترقی میں بڑھ چڑھ کر ہے۔

افغان قوم نے اپنی ہمت و شجاعت اور غیرت ایمانی کے ذریعے نامور عرب مفکر و مورخ امیر شکیب ارسلان کی فراست کی تصدیق کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ اس قوم کے لئے آپ کے تعریفی کلمات مبالغہ آمیز نہ تھے۔ انہوں نے "حاضر العالم الاسلامی" پر اپنے قیمتی حواشی میں لکھا تھا۔

"میری جان کی قسم! اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے اور کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے پھر بھی کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا اور اس کا عزم جوان رہے گا۔"

(حاضر العالم الاسلامی ج ۲ ص ۱۹۷)

افغانستان تنہا وہ ملک ہے جہاں غیر ملکی فوجوں اور سیاسی قزاقوں کے خلاف فوجی اعتبار سے ناسازگار اور سخت حالات کے باوجود اتنی مدت تک جنگ جاری رہی جس کی دوسرے ملکوں میں مثال نہیں ملتی۔ اس طویل مدت تک مقابلہ میں جمے رہنے کا راز ان کی قومی غیرت، دینی حمیت، راہ خدا میں جاں بازی و جان سپاری و سخت کوشی اور ان کی سپاہیانہ زندگی میں پوشیدہ ہے۔ سپاہیانہ زندگی صدیوں سے افغان قوم کا امتیاز اور اس کا شعار رہی ہے۔ افغانوں کی یہی فطرت تھی جس نے انگریزوں کی ایک پوری فوج کا صفایا کر دیا تھا۔ انگریزی فوج انگریز سپہ سالار سر جان کین (SIR JOHN KEANE) کی سرکردگی میں ۱۸۳۹ء میں افغانستان گئی لیکن اسے ۱۸۴۲ء میں کابل خالی کرنا پڑا۔ اور واپسی میں پوری فوج افغانوں کے حملے کا شکار ہو گئی۔ صرف ایک آدمی ڈاکٹر

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مستقل شریعت کا مدعی | ۱۴۔ ثم جعلناك علی شریعۃ من الامر فاتبعہا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون۔ قرآن میں عیاں ہے (خیر البیان صہ ۸۱)

ترجمہ۔ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے سو تو اسی پہ چل اور مت چل خواہشوں پہ نادانوں کی۔

بایزید نے یہ آیت اپنے آپ پہ نازل کروائی ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کا مصداق سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو صاحب شریعت کہتا ہے۔ حالاں کہ اس آیت کریمہ کے مخاطب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بایزید صراط التوحید میں کہتا ہے کہ:۔

۱۵۔ کامل اور مکمل وہ ہے جو صاحب شریعت ہو اور صاحب طریقت، حقیقت، معرفت، وصلت، وحدت وسکونت ہو۔ (صراط التوحید صہ ۸۷)

اب ہم بایزید کا وہ الہام پیش کرتے ہیں جس میں بقول اس کے اللہ نے اس کو اپنی طرف سے لوگوں کے لئے "ہادی" بنا کر بھیجا ہے۔ الہام یہ ہے:۔

میں نے تجھے ہادی بنایا ہے | ۱۶۔ اے بایزید! لوگوں کو میری طرف دعوت دے۔ میں نے تجھے ہادی بنایا ہے۔ لوگوں کی رہنمائی کر تاکہ لوگ سیدھی راہ پر آجائیں۔ (حالنامہ صہ ۹۳)

لفظ ہادی پر | بایزید خدا کی طرف سے ہادی ہونے کا مدعی ہے۔ اور خدا کی طرف سے جسے ہادی مقرر کیا جاتا ہے وہ پیغمبر ہوتا ہے۔ بمصداق ولکل قوم ہاد۔ اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی یعنی پیغمبر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں سے ایک معروف نام ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے اپنے ایک قطعہ میں عشرہ مبشرہ کے ناموں کو یک جا لکھا ہے جس میں لفظ "الہادی" استعمال کیا ہے اور اس "ہادی" سے مراد خاص رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ قطعہ یہ ہے:۔

لقد بشر الہادی فی الصحب زمرۃ   بجنات عدن کلہم فضل اشتہر
سعید زبیر سعد طلحہ عامر   ابوبکر عثمان ابن عوف علی عمر (فتح الباری ج ۱ صہ ۴)

یعنی تحقیق ہادی نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ کو جنت خلد کی بشارت دی ہے جن کا فضل مشہور ہے قطعے کے دوسرے شعر میں ان کے نام ذکر ہیں۔ اگر ہادی کا نام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو علامہ عسقلانی رسول پاک کے دوسرے ناموں کے بجائے آپؐ کے لئے "ہادی" کا نام استعمال نہ کرتے۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں نبی علیہ السلام کو ہی یہ سند دی ہے کہ بیشک آپ سیدھی راہ پر قائم ہیں۔ انك لعلی

کے وضو کے دوران اس کے مارِ مستعمل پر نظر پڑی تو فرمایا کہ بھائی! ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو۔ جب پوچھا گیا کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ مارِ مستعمل کے اجزا میں والدین کے عاق ہونے (نافرمان) کے اجزا مخلوط نظر آتے ہیں۔

ایسا ہی ایک واقعہ زانی کے ساتھ پیش آیا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نے مارِ مستعمل کے اجزا میں زنا کی معصیت کے آثار کو مخلوط دیکھ کر اس کو زنا سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔

پھر بعد میں امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ "مجھ سے اس کشف کا علم مرتفع کر لے"۔ وجہ یہ ہے کہ اکرام مسلم ضروری ہے۔ جب کسی انسان کے عیوب منکشف ہوتے رہیں گے تو قلباً جو احترام و اکرام ضروری ہے وہ باقی نہ رہے گا۔ کسی انسان کے عیوب اور گناہ کے معلوم ہونے سے دل میں اس کے لئے محبت کے بجائے کراہیت و نفرت پیدا ہوگی۔

قول مفتی بہ: فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ احکام شریعت کی بنا ظاہر پر ہے اور احکام باطنی امور پر نہیں صادر ہوتے (یعنی وضو کے دوران گناہ کا اختلاط پانی کے ساتھ) اس کا تعلق باطنی اور معنوی امور سے ہے۔ چونکہ اعضا و جوارح پر بظاہر نجاست موجود نہیں ہے۔ اس لئے پانی کے طاہر ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ جیسا کہ امام محمد کا مسلک ہے۔ مگر یاد رہے کہ بحسب الدلیل بات امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کی خوب ہے۔

امام بخاری کا یہ مسلک کہ مارِ مستعمل طاہر بھی ہے طہور بھی۔ اس وجہ سے کمزور ہے کہ ایسا مسافر جس کے پاس لوٹا پانی کا موجود ہو اس کو تیمم کرنا جائز ہے۔ اگر مارِ مستعمل طہور ہوتا تو پھر اس کے لئے ہر بار مارِ مستعمل کو محفوظ کرنے اور پھر اسی سے وضو کرنے کی اجازت ہوتی۔ اور پانی کی موجودگی میں تیمم کے جواز کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

بقیہ از صفحہ ۲۹

"دارائے حمیتِ اسلامی و دانائے فضائلِ غیرت ایمانی سلطان بلند اختر کہ بصیقلِ تیغ بیدریغ زنگِ ظلمتِ شرک بت پرستی و رنگِ تیرہ جاہلیہ و بدمستی زنانا دور ترین حدود ی از کشور ہنود و دور شیر ہند عبادت غیر اللہ را بیخ کن سلطان محمود غزنوی بت شکن"

میں نے یہ عبارت اپنی ڈائری میں اس وقت محفوظ کی جب مورخہ ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو اپنے جدِ امجد کے گاؤں اوباکو دیکھنے کے لئے غزنی سے ۱۲ میل دور جنوب مغرب میں قندھار جانے والی سڑک پر سفر کرتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے سلطان کے روضہ پر فاتحہ کے لئے رکا۔ اس عبارت کو پڑھنے کے بعد اپنی تاریخ کے سنہری باب اور روشن اوراق تیزی سے میری آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگے۔ اور آج بھی یہ عبارت میرے لئے ایک بے بہا سرمایہ ہے۔ افغان، پٹھان، پختون، پشتون انہیں کسی نام سے پکاریئے۔ انہوں نے ایک سپر پاور کے خلاف حریت وحمیت کا ناقابل یقین مظاہرہ کرکے ساری دنیا سے اپنی عظمت کا لوہا منوا لیا ہے اور اپنی پرانی روایات کو از سر نو زندہ کر دیا ہے۔ انہیں ناسمجھ کہنا اپنی ناسمجھی اور رخون کی سردی کا مظاہرہ کرنا ہے۔

مطلب یہ کہ بایزید کی پیروی کے بغیر کسی کی عبادت مقبول نہیں۔ اور یہ مقام انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو حاصل نہیں

کعبے سے پیر تمام کی طرف مڑنا چاہیئے | ۱۸۔ جو شخص کعبہ کو جاتے ہوئے پیر تمام کی خبر سن لے۔ پس چاہیئے کہ پیر تمام کی طرف مڑ جائے۔ نبی کے علم اور معرفت سیکھنے کے لئے۔ میں نے کعبہ کو خلیل کا گھر ٹھہرایا ہے اور اپنا گھر پیر تمام کے دل میں کر لیا ہے۔ میرا گھر خلیل کے گھر سے بہتر ہے۔ تجھ پر اس کا اعلام ہے۔ کعبے میں میری معرفت حاصل نہیں ہوتی میری معرفت آدمیوں کے پیر تام سے حاصل ہوتی ہے۔ (خیر البیان صہ ۱۸۸)

بایزید کے قول کے مطابق اللہ نے اسے الہام کے ذریعے بتایا کہ میں نے کعبہ جانے والوں پر یہ لازمی قرار دیا ہے کہ پیر تمام کی خبر سن لینے کے بعد وہ کعبہ نہ جائیں۔ بلکہ پیر تام یعنی بایزید کے پاس جائیں۔ کیونکہ میری معرفت کعبے سے نہیں پیر تام سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اللہ نے پیر تام کے دل کو کعبے سے بہتر کر دیا ہے۔

شیخ کامل کی طلب فرض نہیں | ۱۹۔ حدیث قدسی جعلت فرض علی الانسان ان یطلبون الشیخ الکامل لاجل علم الانبیاء ومعرفتی ان کان مکانہ فی الصین اوفی العجم اوفی الشام (صراط التوحید صہ ۴۸ وخیر البیان صہ ۲۲)

ترجمہ۔ حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے انسانوں پر فرض کر دیا ہے کہ وہ پیر کامل کی طلب کریں۔ علم انبیاء اور میری معرفت کے لئے اگرچہ اس کا مکان چین میں ہو یا عجم میں یا شام میں۔

یہ حدیث بایزید کی گھڑی ہوئی ہے جس کی رو سے اس نے اپنی شریعت میں اس فرض کا اضافہ کر دیا ہے کہ لوگ پیر کامل کی طلب میں نکلیں اگرچہ اس تک پہنچنے کے لئے انہیں چین و عجم اور شام تک سفر کرنا کیوں نہ پڑے۔ یہ طلب صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ تمام انسانوں پر پیر کامل کی طلب فرض کر دی ہے اور یہ تب ہو سکتا ہے کہ پیر کامل سے پیغمبر مراد لیا جائے۔ بایزید نے بقول حضرت اخوند درویزہ بے شمار خود ساختہ احادیث نبوی اور احادیث قدسی اپنی کتابوں میں درج کی ہیں اور بڑی دلیری سے جعلی احادیث قدسی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی ہیں جن میں سے ایک مذکورہ حدیث قدسی بھی ہے۔ قرآن حکیم کی رو سے وہ شخص بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں کرے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

" وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ط

ترجمہ۔ اور اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو گا جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی۔

اور جھوٹی حدیثیں بنانے والے کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

" مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ "

جس شخص نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

لیکن بایزید جھوٹی حدیثیں اور جھوٹی احادیث قدسی بنانے میں کچھ باک محسوس نہیں کرتا۔

غیر محسوس چیز ہے نہ تو نظر آسکتی ہے اور نہ اس کا بطش ممکن ہے تو پھر یہاں نظر اور بطش سے تعبیر کرنے کی صحیح مراد کیا ہوسکتی ہے۔

جواب۔ صفت استخدام کے طریقہ سے یہاں ذکر مسبب کا ہے اور مراد سبب ہے۔ اطلاقاً لاسم المسبب علی السبب مبالغۃً

اعضاء وضو میں تخصیص عین کی وجہ | عین کو تثنیہ لانے سے اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ جب دونوں آنکھوں کی خطائیں معاف ہوسکتی ہیں تو ایک آنکھ کی تو بطریق اولیٰ معاف ہوجاتی ہیں اگر لفظ عین کو مفرد لایا جاتا تو یہ وہم باقی رہتا کہ خدا جانے دونوں کے خطایا بھی معاف ہوں گے یا نہیں۔

سوال۔ گناہ زیادہ تر ہاتھ، پاؤں، کان اور لسان سے ہوتے ہیں۔ یہاں حدیث میں آنکھ اور ہاتھوں کے گناہوں کی تخصیص کیوں مذکور ہے۔

جواب۔ حدیث باب میں اختصار ہے۔ مصنفؒ نے بھی عام محدثین حضرات کی طرح مدعا کے اثبات کے لئے حدیث کا ایک ٹکڑا لے کر باقی حصہ چھوڑ دیا ہے۔ یہ اختصار فی الحدیث نہیں بلکہ راوی کا اختصار ہے۔ شرح نخبہ اور مقدمہ مشکوٰۃ میں ہے کہ حدیث کا جو حصہ غیر متعلق مع المذکور ہو اسے ترک کر دیا جاتا ہے[1] یہی روایت نسائی کے صد ۲۴ اپر تفصیل سے مذکور ہے جس میں آنکھوں اور ہاتھوں کے علاوہ دیگر اعضاء و اندام کا بھی تفصیلا ذکر آیا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ نظر کی خطایا تمام اعضا کی خطایا سے کثیر اور سہل ہیں نیز اس جانب بھی اشارہ مقصود ہے کہ وضو کرتے وقت آنکھ کے اندر (جو گویا محل گناہ ہے) پانی داخل نہیں ہوسکتا۔ جب کہ دیگر اعضا و جوارح (محل گناہ) پر پانی بہہ کر گناہوں کو لے بہاتا ہے۔ اس حدیث کی اس تصریح سے کہ آنکھ کے اندر پانی نہ پہنچنے کے باوجود بھی اس کے خطایا بہہ جاتے ہیں تو وہ اعضا جن کو پانی آسانی سے پہنچتا ہے اور اس پر پانی بہتا ہے سے خطایا بطریق اولیٰ جھڑ جاتے ہوں گے۔

مع الماء او آخر قطر الماء | ۱۔ او شک کے لئے ہے۔ یعنی راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ مع الماء کے الفاظ تھے یا مع آخر قطر الماء کے الفاظ تھے۔

۲۔ او بمعنی احد الامرین کے ہے اس توجیہ کے پیش نظر مراد یہ ہے کہ ایسے گناہ جن کا تعلق اعضاء کے ساتھ ضعیف اور کمزور ہے اور وہ گناہ بھی اسہل اور اضعف ہیں وہ تو اول غسل ہی سے دھل جاتے ہیں مگر وہ خطایا جو قوی اثقل اور سخت ہیں وہ پانی کے آخری قطرہ سے زائل ہوجاتے ہیں۔

---

[1] ان وجدت آخر بعضه متروکا علی اختصاره او مضموما الیه تمامه فعن داعی اهتمام اتركه والحقه (مقدمہ مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی امت میں اس کی نظیر نہ ہو۔

بایزید کی اس جعلی حدیث پر غور کیجیے جو جھوٹ کا پلندہ ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کسی نبی کی امت میں اس کی نظیر موجود نہ تھی۔ ہمیں بتایا جائے کہ حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی امتوں میں ان کے مثیل او رنظیر کون تھے۔ اور پھر حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں نظیر تو کیا تمام انبیاء علیہم السلام میں آپ کی نظیر موجود نہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ

ترجمہ۔ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں۔ اور مجھے اس پر فخر نہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کائنات اور جن و بشر پر برتری اور بزرگی حاصل ہے۔ ولنعم ما قیل ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس جعلی حدیث کے ذریعہ بایزید اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر او رمانند سمجھتا ہے اور اس حدیث کو اپنی نبوت کے ثبوت پر بطور دلیل پیش کرتا ہے۔ اور پھر یہاں اس نکتے پر غور کرنا چاہیے کہ جب بایزید نے اپنے آپ کو حضورؐ کا مثیل او رنظیر ثابت کیا تو پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام پر بھی اس کو برتری حاصل ہوئی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بایزید نے اپنی جعلی حدیث کے ذریعہ شانِ رسالتمآب میں تنقیص کا ارتکاب کیا ہے کہ اپنے آپ کو نظیر خاتم النبیین ثابت کیا۔ امام ابن تیمیہ نے "الصّارم المسلول" میں "بیانُ اقسام السَّبِّ" کے عنوان کے تحت وہ تمام صورتیں لکھی ہیں جن سے شانِ رسالت میں تنقیص لازم آتی ہے ان میں منجملہ اور صورتوں کے ایک صورت یہ بھی ہے کہ " یا آپؐ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو آپؐ کے منصب کے لائق نہیں یا آپ کی شان میں کوئی فروتر بات کہی " (الصّارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ص ۵۲۸)

بایزید نے آپ کو حضورؐ کا نظیر کہہ کر آپ کی شانِ اقدس میں فروتر بات کی ہے اور اس سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منصب رسالت کی تنقیص ہوتی ہے اور اہل اسلام جانتے ہیں کہ اسلام میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔

طوالت سے بچنے کی خاطر ہم فی الحال ان معروضات پہ اکتفا کرتے ہیں اور اس مضمون کی تکمیل انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ فرصت میں کریں گے۔ نیز ہم بایزید کے دعویٰ ہائے نبوت و رسالت کے علاوہ اس کے چند اور شدید غیر اسلامی عقائد پر بحث کریں گے۔ اور موقع ملا تو ہم بایزید کی کتابوں سے اس کا عقیدۂ "تناسخ" بھی ثابت کریں گے۔

در بند آں مباش کہ مضمون نماندہ است
صد سال می تواں زسرِ زلفِ یار گفت

۳۔ ان الحسنات یذھبن السیئات (الآیۃ)

اللہ تعالیٰ نہ صرف سیئات کو معاف کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات ان کو حسنات سے بھی بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث قرطاس میں آتا ہے کہ حشر میں ایک آدمی کے صغائر کا رجسٹر اس کے سامنے لایا جائے گا اور ایک ایک گناہ اس کو سنا دیا جائے گا۔ اپنے کثیر گناہوں کو دیکھ کر اس کو یقین ہو جائے گا کہ میں جہنم ہی کا مستحق ہوں مگر باری تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس کو اس کے ایک ایک گناہ کے بدلے حسنات سے نوازیں گے جب وہ اپنے ساتھ باری تعالیٰ کا اس قدر کریمانہ معاملہ دیکھے گا۔ تو پھر اپنے کبائر کو یاد کر کے عرض کرے گا کہ میرے تو کچھ گناہ بھی ہیں جو اس رجسٹر میں درج نہیں ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کبیرہ گناہوں کے بدلہ بھی اس کو نیکیوں اور حسنات سے نوازیں گے[1]

مغفرت ذنوب کا معاملہ خالص اللہ کی مرضی پر ہے

گناہوں کے بدلہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم اس کی نظیر بعینہٖ وہی ہے کہ ہم تو اپنے کھیتوں میں کھاد کی غرض سے غلاظت ڈالتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی قدرت کہ ان سے پھل پھول اُگ آتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں جس قدر احادیث بھی وارد ہوئی ہیں ہم ان کو اپنے اطلاق پر رکھتے ہیں اور ان میں صغائر کی تخصیص کی توجیہہ نہیں کرتے۔ مثلاً

۱۔ والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ[2] (الحدیث)

حدیث میں جنت کی جزا اس شخص کے لئے منصوص ہے جسے حج مبرور حاصل ہوا اور یہ ممکن ہے کہ اس سے صغائر اور کبائر دونوں کا صدور ہوا ہو۔

۲۔ السیف محّاء الذنوب (الحدیث)

۳۔ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون (الآیۃ)

قرآن کی اس قطعی نص میں عمومیت ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ خواہ صغائر کا مرتکب ہو یا کبائر کا۔ جب خدا تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گیا تو اس کے لئے مغفرت بھی ہے اور جنت کی دائمی زندگی بھی۔ غرضیکہ کثیر آیات و احادیث اس امر پر دال ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو کبھی نیک عمل کے جزا میں بغیر توبہ کے بھی کبائر معاف فرما دیں اس لئے متقدمین حضرات نے ذنوب کی تقسیم کئے بغیر مغفرت ذنوب کا معاملہ خواہ وہ کبائر ہوں یا صغائر اللہ تعالیٰ ہی کو تفویض کر دیا ہے۔ کہ اگر خود رب العزت چاہیں تو کبائر بھی معاف فرما دیں اور اگر نہ چاہیں تو صغائر بھی معاف نہ کریں۔

---

[1] صحیح البخاری ج۱ ص ۳۳۳۔ ابواب المظالم والقصاص، باب قول اللہ لعنۃ اللہ علی الکذبین [2] جمع الفوائد ج۱ ص ۲۸۵ کتاب المناسک

پروفیسر محمد اسلم صاحب لاہور

عظیم آباد (پٹنہ) میں چار روز

خدابخش لائبریری پر ایک نظر

میں ۲۳ اگست ۱۹۸۱ء کو نماز مغرب کے بعد پٹنہ پہنچا اور ریلوے اسٹیشن کے عقب میں لنگر باغ روڈ پر ہوٹل جسرمین میں قیام کیا۔ اگلے روز صبح ۹ بجے کے قریب میں خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پہنچا۔ یہ لائبریری ریلوے اسٹیشن سے اندازاً دو میل کے فاصلہ پر پٹنہ یونیورسٹی کے قریب بانکی پور میں واقع ہے۔ اس لائبریری کا شمار بھارت کی پانچ بڑی لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ اس وقت اس لائبریری میں صرف مخطوطات کی تعداد پندرہ ہزار کے لگ بھگ ہے مطبوعات کا صحیح اندازہ لگانا آسان نہیں ہے۔ اس لائبریری میں ایسے علمی و ادبی رسائل کی مکمل فائلیں موجود ہیں جن کے نام سے بھی بہت سے لوگ ناواقف ہیں۔

اس لائبریری کے بانی جسٹس خدابخش مرحوم کو کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ انہوں نے اپنی عمر بھر کی کمائی کتابوں کے حصول پر صرف کر دی۔ حتیٰ کہ وہ آخری عمر میں بالکل کنگال ہو گئے تھے۔ جسٹس خدابخش نے اپنی وفات سے قبل اپنی لائبریری وقف کر دی اور حکومت بہار اس کی نگران بن گئی۔ آزادی کے بعد بھارتی پارلیمنٹ نے ایک خاص بل کی منظوری کے بعد اس لائبریری کو مرکزی حکومت کی تحویل میں دے دیا۔ اب اس لائبریری کو ۱۰ لاکھ روپے سالانہ گرانٹ ملتی ہے جس سے خرید کتب کے علاوہ عمارت میں توسیع بھی کی جا رہی ہے۔

میں نے لائبریری میں داخل ہوتے ہی استقبالیہ پر آغا عابد رضا بیدار کے بارے میں دریافت کیا۔ موصوف اردو زبان و ادب کے نامور ادیب اور اس لائبریری کے ڈائریکٹر ہیں۔ استقبالیہ کے انچارج نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے کام کر رہے ہیں۔ ان کا گھر اور دفتر لائبریری کے احاطے ہی میں ہے۔ میں ان کے گھر پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی انہوں نے اندر بلا لیا۔ میں نے اپنا نام بتایا تو فرمانے لگے۔

"دیکھئے اب مولانا اکبر آبادی کا نام نہ لیجئے گا۔ آپ کا نام ہی تعارف کے لئے کافی ہے۔"

آغا صاحب نے چائے سے تواضع فرمائی اور میرے ساتھ لائبریری تک آئے۔ انہوں نے میرا تعارف ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن صاحب سے کرایا اور ان سے کہا کہ مجھے جس کتاب کی ضرورت ہو وہ فوراً مہیا کی جائے۔

میں نے لائبریری کے اوقات پوچھے تو آغا صاحب نے فرمایا کہ یوں تو صبح ۹ بجے سے شام چھ بجے تک لائبریری

۴۔ خروج خطایا سے مراد خطایا ذوالاجسام ہیں۔ ووجدوا ما عملوا کی تفسیر میں بیضاوی اور جلالین نے صراحۃً لکھا ہے کہ آخرت میں بعینہٖ وہی اعمال پائیں گے جو دنیا میں انہوں نے کئے تھے[1]

اس توجیہہ پر اشکال وارده سے ہم دو جواب کرتے ہیں۔

سائنسی ایجادات اور فہم حقائق

۱۔ اعراض کے لئے بھی بقا ثابت ہے اور موجودہ سائنس نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ مثلاً آج کے اس سائنسی دور میں بہت سے اعراض ایسے ہیں جس کو لوگ پہلے غیر قار الذات سمجھتے تھے آج ان کو قار الذات مانا جاتا ہے۔ مثلاً ریڈیو۔ ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعہ انسانی آوازیں اور حرکات تک محفوظ کی جا رہی ہیں۔ حتیٰ کہ زمانہ ماقبل کے لوگوں افلاطون اور ارسطو کی آواز تک کو ریکارڈ میں لانے کی کوشش آج کل جاری ہے۔

اسی طرح حرارت اور برودت کے درجات آسانی سے معلوم کرلئے جاتے ہیں۔ یہ سب اعراض ہیں جن کو آسانی سے تولا اور ناپا جا رہا ہے۔ سائنس کی اس ترقی نے "الوزن یومئذ الحق" کی پیشین گوئی اور قرآنی حقیقت کو سمجھنے میں آسانی پیدا کر دی ہے۔ یہ تو انسانی سائنس کا کرشمہ ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے گناہ اس کے وجود کے اعضاء اور جوارح کے ریکارڈ میں محفوظ کئے جا رہے ہیں، تو اسے امر بعید تصور کرنا ایک سچائی اور حقیقت کا انکار ہے۔

بہرحال جس طرح مذکورہ اعراض کا محفوظ کرنا اور تولنا ایک حقیقت ہے اسی طرح انسانی اعضا سے بھی اصل خطایا کا خروج ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ صوفیاء حضرات فرماتے ہیں کہ اس عالم جس کو ہم عالم مشاہدہ کہتے ہیں کے ماوراء ایک دوسرا عالم بھی ہے۔ جیسے عالم مثال اور اس کے ماوراء ایک تیسرا عالم ہے۔ جیسے عالم ارواح کہتے ہیں جو چیزیں یہاں عالم مشاہدہ میں اعراض اور اوصاف کی صورت میں پائی جاتی ہیں۔ وہی اشیاء عالم مثال میں مخصوص صور مثالیہ میں متجسد ہو کر جواہر بن جاتی ہیں۔ جن پر ان عوالم کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ تو ان کو عالم مثال کی اشیاء ایسے نظر آتی ہیں جیسے عالم مشاہدہ کی۔

اس لئے حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ خطایا جو عالم مثال میں جواہرات ہیں حقیقتاً بھی ان ہی کا خروج ہوتا ہے مگر تمام جواہرات کا محسوس ہونا اور مشاہدہ میں آنا ضروری نہیں۔ جیسے عقل جوہر ہے مگر محسوس نہیں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت جبرئیلؑ اور وحی کا مشاہدہ ہوتا تھا۔ مگر صحابہ کرامؓ کے

---

[1] اس کی تمثیل احادیث میں بھی آئی ہے۔ مثلاً آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے ذریعہ خطایا اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح پت جھڑ (خزاں) کے زمانہ میں درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں (مرتب)

نے راقم الحروف کو بتایا کہ تاریخ حبیبی کا اصل نسخہ چھوٹی درگاہ پھلواری شریف میں تھا۔ یہ اس کی نقل ہے۔ اصل نسخہ گم ہو گیا ہے۔ اس لئے اس نقل کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے۔ دکن کے بہمنی سلاطین کو حضرت گیسو دراز اور ان کے جانشینوں کے ساتھ جو عقیدت تھی اس کا ذکر بار بار تاریخ حبیبی میں آتا ہے۔

میری درخواست پر آغا صاحب نے مجھے حضرت عین الدین عبد الباری شطاری المشتہر بہ شاہ رکن الدین کے ملفوظات مطالعہ کے لئے دئے۔ صاحب ملفوظات اورنگ زیب عالمگیر کے ہمعصر تھے۔ ان کے جد امجد شاہ قاضن علا شطاری کا شمار برصغیر پاک و ہند میں شطاریہ سلسلہ کے اساطین میں ہوتا ہے۔ شاہ قاضن کے فرزند حضرت ابو الفتح سرمست کو بہار میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہمایوں جب بہار آیا تو بڑی عقیدت کے ساتھ انہیں ملا۔ اور ان کی پالکی کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کی۔ ملفوظات کے اس مجموعہ میں اس عہد کے ایسے تاریخی واقعات آگئے ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتے۔ راقم الحروف نے ان ملفوظات کی اہمیت پر ایک مقالہ لکھا تھا جو ماہنامہ المعارف لاہور میں چھپ چکا ہے[1]۔

میں جس وقت لائبریری میں بیٹھا کام کر رہا تھا تو ایک مسن بزرگ جن کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دار المطالعہ میں داخل ہوئے۔ اور میرے بالمقابل میز پر بیٹھ گئے۔ دار المطالعہ کے انچارج نے ایک مخطوطہ لاکر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اور وہ بزرگ اس کے مطالعہ میں محو ہو گئے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ بزرگ پروفیسر حسن عسکری ہوں گے۔ میں نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان سے ان کے بارے میں استفسار کیا۔ تو اس نے بتایا کہ وہ واقعی پروفیسر حسن عسکری ہیں۔ میں فوراً ان کے پاس گیا اور اپنا نام بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میں ان کے ایک شاگرد عباس بن عبد القادر کا شاگرد ہوں۔ انہوں نے فوراً عباس صاحب کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا کہ انہیں ایک طالب علم نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ پروفیسر صاحب نے فوراً پوچھا کہ وہ مرتے وقت بھی قادیانی ہی تھا؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ عباس صاحب کی پھوپھی آنجہانی سارہ زوجہ مرزا بشیر الدین محمود، مرزا رفیع احمد کی ماں تھیں۔

پروفیسر حسن عسکری ہر روز لائبریری میں تشریف لاتے اور بڑی شفقت سے پیش آتے۔ ان کے توسط سے ایک آسٹریلوی نوجوان فادر پال جیکسن سے ملاقات ہوئی۔ یہ نوجوان پٹنہ کے ایک مشن سکول (سینٹ زیویئر) میں پڑھاتا ہے۔ اور اردو بڑی روانی سے بولتا ہے۔ اس نے حضرت مخدوم شرف الدین بن یحییٰ منیری کے مکتوبات صدی کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو امریکہ میں چھپا ہے۔ ان دنوں وہ مخدوم صاحب کے ملفوظات۔ خوان پر نعمت

---

[1] بابت اکتوبر ۱۹۸۲ء

اجر و ثواب کا حصول بھی مقصود ہو تو نیت کرنا ضروری ہے۔ وضو فی ذاتہٖ عبادت نہیں بلکہ عبادت کا وسیلہ ہے اور جو امور وسائل سے تعلق رکھتے ہیں شرعاً نیت ضروری نہیں۔ مثلاً ایسی زمین جو بول و براز سے نجس ہو چکی ہے رات کو اس زمین پر خوب بارش برسی جس سے نجاست کے اثرات ختم ہو گئے تو اب یہ زمین پاک ہو گئی جب کہ اس زمین کی طہارت کا ارادہ کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔ احناف و شوافع دونوں اس کے قائل ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ بعینہٖ وضو بھی زمین کی طرح عبادت غیر مقصودہ ہے۔ اس لئے اس میں نیت ضروری نہیں ہے۔ اور نماز وغیرہ عبادات مقصودہ سے ہیں اس لئے وہاں نیت بھی ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں اذا توضأ فرمایا گیا ہے۔ اذا تطہر نہیں۔ طہارت کا معنی مطلق پاکی کا حصول ہے جس میں نیت ضروری نہیں اور یہ عام ہے وضو اور تیمم دونوں کو شامل ہے تو ضأ کے معنی وضاءت اور روشنی ہے یعنی ایسا وضو جس پر وضاءت اور نور مرتب ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وضو کرنے والوں کو آخرت میں "غراً محجلین" سے نوازے جانے کی بشارت آئی ہے۔ احناف حضرات ایسے وضو میں نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اجر و ثواب کا ترتب اور وضاءت بھی "من آثار الوضوء"[1] سے ہے۔ من آثار الطہور سے نہیں۔ یعنی حدیث میں لفظ وضو آیا ہے لفظ طہور نہیں۔ لہٰذا اس حدیث میں بھی لفظ توضأ اس امر کا قرینہ ہے کہ یہاں وضو مراد ہے وضو بھی ایسا کہ جس پر وضاءت یعنی ترتب ثواب دونوں مرتب ہوں۔

خروج خطایا اور جواہر و اعراض کا مسئلہ | خرجت من وجہہ کل خطیئۃ . . . . حدیث باب سے معلوم ہوا کہ وضو کے پانی سے خطایا انسان کے اعضاء و اندام سے خارج ہو کر بہہ جاتے ہیں حالاں کہ خروج اور دخول جواہر کے صفات میں سے ہے اور یہاں خروج کو خطایا کی صفت قرار دیا گیا ہے جب کہ خطایا اعراض غیر محسوسہ ہیں جن کا اتصاف بظاہر لفظ خروج سے نہیں۔ کیونکہ عوارض غیر قار الذات ہیں اور خروج ان چیزوں کی ممکن ہو سکتی ہے جو قار الذات ہوں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ خروج مکان سے ہوتا ہے جب کہ خطایا کا تقرر مکان میں ہوتا ہی نہیں کیونکہ خطایا غیر قار الذات ہیں جب خطایا کا تقرر اور وجود ایک مکان میں ثابت نہیں تو خروج کیسے متحقق ہو گا۔

جواب | اس اشکال سے متعدد جوابات کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ لسان نبوت کی بیان فرمودہ ان امثال کو بغیر کسی رد و قدح کے قبول کر لیا جائے۔ اور ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو تفویض کر دی جائے اور یہی بہتر ہے۔

---

[1] عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان امتی یدعون یوم القیٰمۃ غراً محجلین من آثار الوضوء الخ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ۔ کتاب الطہارۃ۔ فصل اوّل

اس روز دوبارہ آغا صاحب نے اصرار کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھلایا۔ میں نے ان سے کہا کہ بہت تواضع ہو چکی ہے اب سہ بارہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

لائبریری کے عجائب خانہ میں چند اہم نوادرات نمائش کی غرض سے رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک خط بھارت کے آنجہانی صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کا ہے۔ یہ خط اردو میں لکھا ہوا ہے۔ اس لئے یہاں اس کا پورا متن دے رہا ہوں۔

بمقام بھاگلپور - ۱۹ر مئی ۱۹۴۲ء

مکرمی تسلیم! اتحاد کا پرچہ ملا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے میں کر رہا ہوں۔ اس وقت لوگوں میں ہمت لانے کی ضرورت ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایسے نظام کی جو اُن کے مصیبت کے وقت کام آوے۔ اس بنیاد پر میں دورہ سے دورہ کر کے لوگوں کو آمادہ ہونے کو کہہ رہا ہوں۔ امید ہے کہ سب لوگوں کا خیال مبذول ہوگا۔ اور وقت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش میں سب کامیاب ہوں گے۔

نیازمند :- راجندر پرشاد

ڈاکٹر راجندر پرشاد کا خط منشیانہ تھا اور اس خط میں عربی و فارسی کے الفاظ قابل غور ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر نے بیجاپور جیل سے ایک غزل لکھ کر کسی دوست کو بھیجی تھی۔ یہ پوری غزل ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک شوکیس میں موجود ہے۔ اس غزل کا مطلع و مقطع یوں ہے :-

بے خوف غیر دل کی اگر ترجماں نہ ہو — بہتر ہے اس سے یہ کہ سرے سے زباں نہ ہو

جوہر اس ایک دل کے لئے اتنے مشغلے — کی ہے خدا کی چاہ تو عشق بتاں نہ ہو

ایک شوکیس میں مولانا ابوالکلام آزاد کا ۲۵ر دسمبر ۱۹۰۶ء کا تحریر کردہ ایک خط رکھا ہوا ہے۔ ان دنوں مولانا کسی اخبار کے عملہ میں شامل تھے۔ مولانا نے مالک اخبار سے ایک ماہ کی پیشگی تنخواہ کا مطالبہ کیا تھا۔ راقم کے پاس اس خط کا عکس موجود ہے۔

اگلے روز آغا صاحب نے لائبریری کے ہال میں نماز مغرب کے بعد ملفوظات لٹریچر کی اہمیت۔ کے موضوع پر میرا لیکچر رکھ دیا۔ پٹنہ یونیورسٹی اور مدرسہ شمس الہدیٰ میں اس کی اطلاع کر دی۔ آغا صاحب کی فرمائش پر فادر پال جیکسن نے اس تقریب کی صدارت کی اور صدارتی خطبہ بھی دیا۔

لیکچر کے بعد آغا صاحب نے چیدہ چیدہ مہمانوں کو اپنے گھر چائے کی دعوت دی۔ اس لیکچر کا چرچا اگلے روز علمی حلقوں میں ہوا۔ میں لائبریری میں مصروف مطالعہ تھا کہ پٹنہ یونیورسٹی کے فارسی کے پروفیسر خواجہ افضل امام تشریف لائے۔ اور اپنی ایک "تالیف" دیوان فائز "عنایت کی۔ سید حسن پٹنہ یونیورسٹی کے فارسی کے پروفیسر رہ چکے ہیں انہوں نے دیوان صائب ہروی مرتب کیا ہے۔ موصوف نے میرا لیکچر تو نہیں سنا لیکن لوگوں سے اس کا چرچا ضرور سنا

نسائی کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہاں بھی المسلم کی وہ عمومیت باقی نہیں رہی جس میں منافق کو بھی شامل کیا جائے
۲- العبد المسلم' میں عبدیت ہے جو ایک وصف ہے۔ جب کسی وصف پر حکم مرتب ہو تو وصف علۃ الحکم کہلاتا ہے۔
یہاں بھی حکم کے لئے وصف عبدیت علت ہے جو منافق موجود نہیں۔
عبدیت، اطاعت مولی لا لغرض ولا لحکمۃ ولا لاجر کو کہتے ہیں اگر وضو کا مقصد تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے
اور عبدیت ہے۔ اگر مقصود برودت کا حصول اور صفائی ہو تو اطاعت لغرض جسے عبدیت نہیں کہا جا سکتا۔ اور چونکہ
منافق کی اطاعت وعبادت بھی لغرض ہوتی ہے۔ لہذا لفظ عبد کی وجہ سے منافق اس کے مصداق ہونے سے خارج ہوگیا۔
دراصل عبدیت میں انابت وتوبہ ہے مسلمان جب خلوص دل سے وضو کرتا ہے تو گویا اس میں رجوع الی اللہ انابت اور
توبہ کا تحقق بھی ہوجاتا ہے (جو منافق کو کبھی بھی حاصل نہیں ہوسکتی) یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؓ جب بھی وضو کرتے
تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ کسی کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کی تیاری کر رہا ہوں گویا
وضو کرنے اور خدا کے حضور حاضر ہونے کے تصور سے انابت ورجوع الی اللہ کے آثار ان کے چہرے پر ظاہر ہوجایا کرتے
تھے۔ بہرحال بہتر یہی ہے کہ یہاں او شک کے لئے ہے اور شک بھی امام ترمذیؒ کے اساتذہ میں قتیبہ یا انصاری کو ہوا
ہے۔ یہی روایت نسائی کے صفحہ ۱۴ پر تفصیل سے آتی ہے۔ وہاں چونکہ امام نسائی کے استاد کو شک ہوا ہی نہیں اس لئے
اس نے بالیقین لفظ مومن ہی روایت کیا۔ نسائی کی روایت کی اس تصریح کے بعد بلا ریب وشک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ
یہاں اوُ شک کے لئے ہے۔
یہ بحث تو اس صورت میں ہے کہ حرف او تردید کے لئے ہو اور اگر حرف او کو تنویع یا تقسیم کے معنیٰ میں لیں تو مراد
یہ ہوگی کہ مسلم ومومن ہر دو اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے مغائر ہیں لیکن دونوں میں تلازم ہے
فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین (الآیۃ)
کسی کو مومن کامل اور مسلم کامل اس وقت تک نہیں کہہ سکتے جب تک اسے مطلق ایمان کی دولت حاصل نہ ہو۔ جیسے صرف
عامل بالاسلام کو مسلم کامل نہیں کہہ سکتے جب تک اسے قلبی اعتقاد حاصل نہ ہو۔ اسی طرح صرف معتقد (جسے قلبی تصدیق
تو حاصل ہو) کو مومن کامل نہیں کہہ سکتے۔ جب تک کہ اسے عمل کی سعادت حاصل نہ ہو۔
<u>ایمان اور اسلام میں فرق</u> حدیث کی مناسبت کی وجہ سے اختصاراً یہاں ایمان اور اسلام کا مفہوم اور فرق بھی
ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔
اسلام کا لغوی معنی کسی چیز کو دل سے ماننا ہے۔ وما انت بمومن لنا (الآیۃ)
اصطلاحاً اسلام۔ احکام شرعیہ کی اطاعت اور انقیاد ظاہری سے عبارت ہے اور تصدیق قلبی وانقیاد باطنی
کو ایمان کہتے ہیں۔

کرایا تھا۔ شاہ غلام حسنین نے ان کے سوانح حیات خاتم سلیمانی کے نام سے قلم بند کئے تھے۔ شاہ صاحب کو حضرت شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی، سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور اپنے خسر شاہ محمد علی حبیب ابو نصر سے فیض ملا تھا۔ ان کے اساتذہ میں میاں نذیر حسین محدث دہلوی۔ جناب احمد علی سہارنپوری اور مولانا عبد الحئی فرنگی محلی جیسے بزرگ قابل ذکر ہیں۔

پھلواری شریف کی شہرت خانقاہ مجیبیہ کی وجہ سے ہے۔ خانقاہ سے متعلق ایک مدرسہ بھی ہے۔ جہاں مقامی اور بیرونی طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ ایک پرانی طرز کی مسجد اور اس سے ملحق ایک گنبد قابل دید ہیں۔ اس گنبد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک رکھا ہوا ہے۔ جس کی خاص خاص موقعوں پر زیارت کرائی جاتی ہے۔ خانقاہ مجیبیہ کی مسجد کے دروازے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعہد صد سال گشت چوں پختہ   مسجد خانقاہ بایں ترتیب

سال اُو گفت ہاتفی از حق   مسجد خانقاہ پیر مجیب

۱۲۳۹ھ

خانقاہ سے چند قدم کے فاصلہ پر شاہ محمد مجیب کی درگاہ ہے۔ شاہ صاحب اور ان کی اہلیہ ایک گنبد کے نیچے محو خواب ابدی ہیں۔ ان کی لوح مزار پر یہ عبارت درج ہے ؎

عشقم آنست کز نام و نشانم باقیست

گرچہ فانی شدہ ام ذکر و بیانم باقیست

شاہ محمد مجیب، اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں ۱۰۹۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انہوں نے سید محمد وارث رسولنما بنارسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئے۔ ان کا انتقال ۱۱۹۱ھ میں ۹۳ برس کی عمر میں ہوا۔ شاہ محمد نور الحق مجیبی تپاں نے ان کی تاریخ وفات کہی ہے جو درگاہ شریف کے ایک پتھر پر کندہ ہے۔

نوشت از خط نور ایں دو کلمہ رضوان   بسال رحلت شیخ زمان بباب بہشت

ز بخت تیرہ شکایت مکن تپاں زنہار   کہ مہر روئے مجیب است "آفتاب بہشت"

۱۱۹۸ھ

حضرت شاہ محمد مجیب کی درگاہ سے متصل ایک دالان کے اندر کئی قبریں ہیں ان میں سے شاہ محمد جعفر پھلواری کے نانا ابو نصر محمد علی حبیب (متوفی ۱۲۹۵ھ) ان کے فرزند شاہ محمد عبد الحق اور شاہ محمد شعیب کی قبریں خاص طور

ل؎ شاہ صاحب کے نام میں رحمن بغیر الف لام کے ہے۔

مگر یہی سوال اور اس نوعیت کا معاملہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم سے ہوا اور آپ جنت سے نکالے گئے تو وہاں بظاہر مسئلہ تقدیر ایک زبردست عذر اور صحیح جواب تھا۔ آپ خدا کے حضور یہ ذکر کر سکتے تھے کہ یہ تو عین تقدیر کا مسئلہ تھا جو میری پیدائش سے ۵ ہزار سال قبل لکھا جا چکا تھا اس میں میرا کیا قصور ہو سکتا ہے۔ لیکن مالک حقیقی کے سامنے سیدنا آدمؑ اپنی اصل عبدیت کا اظہار کرتے ہیں اور سر نیاز جھکا کر اعتراف عبدیت کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ " ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

سیدنا آدم بڑے اولوالعزم پیغمبر تھے صاف عرض کر دیا۔ جی میری خطا ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔

عبدیت کمال تذلل کا نام ہے | الغرض عبدیت کا معنی کمال تذلل ہے۔ جس شخص میں جس قدر عبدیت ہوگی اس پر اتنا ہی زیادہ قبولیت کا نتیجہ مرتب ہوگا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ادنیٰ غلام ایاز نے جب اپنے آقا (بادشاہ) محمود غزنوی کے ہر حکم کی تعمیل میں عبدیت (بمعنی کمال اطاعت و کمال تذلل) اختیار کی تو اسے قرب و اعزاز کا وہ مقام حاصل ہوا جو بڑے بڑے وزراء بھی حاصل نہ کر سکے۔

اصل قصہ یہ تھا کہ محمود غزنوی اپنے غلام ایاز سے محبت اور اس کی بڑی قدر کرتا تھا۔ ایک موقعہ پر دیگر مقربین، وزراء وغیرہ نے بادشاہ کے اس رویہ پر اعتراض کیا۔ تو ایک روز بادشاہ نے سب کو بلایا اور اپنی میز پر لعل و جواہرات سے مرصع ایک قیمتی گلاس بھی رکھا۔ اور ایک ایک وزیر کو اس کے توڑنے کا حکم دیا۔ مگر ہر ایک کو بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تامل ہوا کہ لاکھوں روپے کی مالیت کا نقصان کیوں کیا جائے۔ مگر یہی حکم جب ایاز کو ملا تو اس نے بغیر کسی تامل کے گلاس کو فرش پر دے مارا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

بادشاہ غضب ناک ہوا اور کہا۔ ایاز! تو نے یہ کیا حرکت کی؟ کہ لاکھوں روپے کا نقصان کر دیا۔

ایاز نے بجائے یہ کہنے کے کہ جناب آپ کا حکم تھا۔ فوراً روتے ہوئے معافی کی درخواست کی۔ حضور! میں ادنیٰ غلام ہوں، کم عقل ہوں یہ سراسر میری ہی غلطی ہے جس کی میں معافی چاہتا ہوں۔

محمود غزنوی نے وزراء سے کہا کہ تمہارا اور ایاز کا یہ فرق ہے۔ تمہیں حکم کی تعمیل میں تامل تھا ایاز کو حکم ملا تو بلا سوچے سمجھے کر ہی ڈالا۔ اور جب ڈانٹ ملی تو اپنے ہی کو قصوروار ٹھہرایا۔ یہی وجہ تھی کہ آقا اپنے غلام پر گرویدہ تھا۔

محمود غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت عشقش چناں گرفت کہ غلام غلام شد

اَوْ کے مواقع استعمال | بعض اوقات لفظ اَوْ شک کے لیے آتا ہے اور کبھی تنویع و تقسیم کے لئے بھی مگر جب شک کے معنی میں مستعمل ہو تو ضروری ہے کہ اَوْ کے بعد ہمیشہ فال پڑھا جائے اور جہاں تقسیم یا تنویع کی غرض سے لایا گیا ہو تو وہاں فال پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لفظ او کے دو معانی میں مستعمل ہونے کا فرق، ذ

افکار و تاثرات

* خودی، حکیم محمد سعید، ہمدرد
* جناب م ش کی حق نوازی ۔ م ش
* مرزائیوں کی فتنہ انگیزیاں ۔ منظور احمد چنیوٹی
* تحریک روشنیہ ۔

قارئین

عرفان رب، نفس اور خودی | قرآنی تعلیمات اور سیرت سرورِ کائنات کی روشنی میں اگر حالاتِ پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو ہمارے اکثر امراض کا سبب، واحد کتاب و سیرت سے مسلمانوں کا فرار ہے۔ اور اس کا علاج لازماً ان تعلیمات کی طرف لوٹنا ہے۔ ان تعلیمات پر اگر غائر نظر ڈالی جائے اور عمیق نگاہ کی جائے تو ان کی اساس اور بنیاد عرفان رب اور عرفان نفس و ذات پر ہے۔ اور ان پر استدلال خودی کی بنیاد پر ہو سکتا ہے۔

خودشناسی کا اولین اساس و بنیادی تصور انسان کو اور بالخصوص مسلمان کو قرآن حکیم سے ملتا ہے اور پھر حیاتِ طیبہ کے ہر گوشۂ زندگی میں یہ نورِ عرفان راہوں کو روشن و استوار کرتا نظر آتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر ابتدائے اسلام تا ایں دم اور ہر دور میں مفکرین اسلام نے زور دیا ہے اور حیاتِ مسلم میں اسے رہنما بنانے کی ہدایت دی ہے۔

خودی کا شعور و ادراک اور اس کے عملی مظاہر کا مطالعہ فرد کی زندگی اور بحیثیت اقوام و امم کے تناظر میں کیا جانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ افراد کی زندگی میں انجذاب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس کے عملی حصول کے لئے تعلیمات قرآن کریم سے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک دور اور ایک ایک واقعہ سے رہنمائی حاصل کرنا ملت اسلامیہ کی ناگزیر ضرورت ہے۔

اجتماعی زندگی کا کوئی بھی مظہر ہو، خارجہ حکمت عملی ہو یا دفاعی خود اعتمادی، اقتصادی و معاشی خود کفالتی ہو یا معاشرتی ضابطہ اخلاق میں دوسرے افراد اور گروہوں کا احترام بالآخر نتیجہ خیزی اس امر پر موقوف ہے کہ کسی معاشرے کے افراد کے قلوب و اذہان میں خودی کی آبیاری اور نشو و نما کن خطوط پر ہوئی ہے۔

پاکستان میں خودی کے بطلان و فقدان نے ہماری انفرادی اور ہماری اجتماعی زندگی میں طرح طرح کے فسادات پیدا کئے ہیں جن کے مظاہر ہیں اپنی تہذیب و تمدن اور ثقافت و روایات، نیز اپنی تعلیم و صحت، شعر و ادب اور صحافت، صنعت و تجارت اور بدیہی طور پر سیاسی حکمت عملی۔ غرض ہر شعبۂ زندگی میں نظر آ رہے ہیں۔

ضرورت ہے کہ آج کے حالات میں ہم عرفان حق اور عرفان نفس کے مقصد کو سمجھیں اور کتاب اللہ اور سیرت سرورِ کائنات سے براہِ راست روشنی حاصل کریں تاکہ معرفت نفس اور عرفان ذات کی منزلیں طے کرتے ہوئے احترام انسانیت

تطہیر بغیر ارادہ کے بھی متحقق ہو سکتا ہے جب کہ توضی میں ارادہ ضروری ہے[1]

شارع کی ہر تعبیر میں ہزارہا علوم ہوتے ہیں

شارع علیہ السلام نے بجائے "اذا توضأ انسان او رجل" یا اذا توضأت امرأۃ" فرمانے کے "اذا توضأ العبد المسلم" سے تعبیر فرمائی۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام جو افصح العرب والعجم ہیں، ان کی ہر تعبیر اور ہر لفظ میں سینکڑوں علوم اور ہزارہا فوائد ہوتے ہیں مثلاً ہم حدیث زیر بحث کے لفظ "توضأ العبد" پر غور کرتے ہیں تو یہاں متوضی کی تعبیر "عبد" سے کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بحیثیت انسانیت ورجلیت کے ایک کام کرنے کا حکم علیحدہ ہوتا ہے۔ اور بحیثیت عبدیت ومسلمیت کے یہ کام کرنے کا حکم علیحدہ ہوتا ہے۔

کیونکہ لفظ انسان لفظ رجل اور لفظ امراۃ ذات سے عبارت ہیں۔ جب بھی ان پر حکم لگے گا علت معلوم نہ ہو گی۔ مثلاً ہم کہتے ہیں اکرم زیداً۔ اب ہمیں اس جملہ سے زید کے اعزاز واکرام کی اصل وجہ اور علت معلوم نہیں ہو سکتی۔ مگر جب حکم کسی اسم موصوف بصفۃ پر لگتا ہے تو قاعدہ کے مطابق مبدا اشتقاق وہ صفت "علت" بن جاتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ "العالم مکرم والجاہل مہان"۔

پہلے جملہ میں وجہ اکرام ظاہر ہے کہ وہ علم ہے اور دوسرے جملہ میں بھی وجہ اہانت خود بخود معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ جہالت ہے۔

اب اگر متوضی کی تعبیر بجائے العبد کے الانسان، الرجل، المرأۃ سے کی جاتی تو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وضو کی اصل علت کیا ہے۔ کیونکہ عام صفائی اور ہاتھ منہ دھونا، غسل کرنا، تو عام انسان ہندو، سکھ اور انگریز بھی کر لیتے ہیں اور ان کا یہ فعل بحیثیت انسانیت کے ہے۔

عبدیت وصف کامل ہے

مگر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب متوضی کو عبد مسلم سے تعبیر فرمایا تو معلوم ہوا کہ متوضی کو وضو کرنا بوجہ "وصف عبدیت" اور مسلم ہونے (فرماں بردار) کے ہے۔ جو اصل علت ہے۔ ایک مسلمان کے وضو کرنے کا حقیقی باعث گویا وصف عبدیت ہوتی ہے اور انسان کے تمام اوصاف میں "وصف کامل" صفت عبدیت ہے۔ ایک سچے عبد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بغیر اپنی عبودیت اور خدا تعالیٰ کی رضا کے اور کوئی چیز بھی مثلاً جنت، جہنم، اجر وثواب، حور وغلمان، ملحوظ خاطر نہیں ہونی چاہئے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں عبد

---

[1] توضأ فعل ہے اور فعل کا اطلاق علی العموم ارادہ فعل، شروع فی الفعل اور فراغ عن الفعل پر مجازاً آتا ہے جیسے اذا قمتم الی الصلوٰۃ۔ الآیۃ۔ قمتم بمعنی اردتم کے ہے لہذا یہاں توضأ کا معنی دخل فی الوضو بھی کر سکتے ہیں اور فرغ من التوضی بھی اس دوسرے معنی کی صورت میں فا تفصیل کے لئے ہو گی۔ (مرتب)

ب۔ روزنامہ الفضل" ربوہ ۱۹ر ستمبر ۸۲ء میں قادیانیوں نے اپنے اسلامی مہینے الگ شائع کئے ہیں۔ اور اسی شمارے کے آخری صفحہ پر مرزا غلام احمد قادیانی کو متعدد مرتبہ "حضرت احمد" لکھا ہے۔ حالاں کہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف سرور کائنات کی ذات بابرکات ہے۔ ج۔ روزنامہ الفضل ربوہ کی ۶ر نومبر ۸۲ء کی اشاعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سکھوں کے روحانی پیشوا گرو نانک سے تشبیہ دے کر اپنی روایتی گستاخی کا مظاہرہ کیا۔ مندرجہ بالا شواہد کے پیش نظر ارباب حکومت سے پرزور احتجاج ہے کہ ان فتنہ پردازیوں سے کس لئے چشم پوشی سے کام لیا جا رہا ہے۔ غصب شدہ قبرستان کی زمین واپس لی جائے اور اہل اسلام کی قبور کو مسمار کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔

پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس کو بروئے کار لاتے ہوئے روزنامہ الفضل کا ڈیکلریشن منسوخ کیا جائے اور مذکورہ پریس ضبط کیا جائے۔ اور اس کے پبلشر اور پرنٹر کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ (مولانا) منظور احمد چنیوٹ

تحریک ریشمی رومال | الحق میں تحریک ریشمی رومال پر گذشتہ چند ماہ سے بڑی دلچسپ بحث جاری ہے۔ جس سے اس جاندار تحریک کے بارے میں بڑی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ اور تحریروں کے علاوہ "کاکا" مجاہد آزادی خان غازی کا بھی مراسلہ پڑھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے "کاکا" اس تحریک پہ ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تو پھر کیوں نہ ان کی وہ تحریر شائع کی جاتے جو انہوں نے دو برس قبل آپ کو بھیجی تھی۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آپ نے قہرمان "پیر روشن" کو ہاتھ پاؤں سے باندھ لیا ہے۔ اور صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔ کہ آؤ بھائی برساؤ اپنے ڈنڈے اور رگوبیاں۔ لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ اس بدنام مجاہد کے مقام اور مرتبہ میں کوئی بھی کمی نہیں آئے گی اور پٹھانوں کی "تاریخ، وطن دوستی اور جذبہ آزادی سے واقف اور غیر متعصب مورخ اور سکالران کو نذرانہ عقیدت پیش کرتا رہے گا۔

محمد پرویش شاہین۔ منگلور سوات

بھارتی ٹیلی ویژن کی دریدہ دہنی | امرتسر ٹیلی ویژن نے ۹ر اکتوبر ۸۲ء ہفتہ کی اپنی نشریات میں بھارت سمیت سات ملکوں کے تعاون سے بننے والی ایک فلم بعنوان "تاریخ انسانیت" میں دانستہ طور پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مفروضہ تصویر دکھائی اور اس فلم کے ذریعے معاذ اللہ تعالیٰ یہ تاثر دیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام تلوار کے زور سے اور جبر کے ذریعے پھیلایا ہے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تمثیل اور جبر کے ذریعے اسلام پھیلانے کا الزام اسلامی جذبات کے منافی اور مسلمانوں کی غیرت کے لئے کھلا چیلنج ہیں ہم اس دریدہ دہنی کی شدید مذمت کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی دشمن اور نام نہاد "سیکولر" بھارتی حکومت سے سرکاری طور پر شدید احتجاج کر کے اسے اسلامیان پاکستان کے جذبات اور اضطراب سے جلد از جلد آگاہ کرے۔

زاہد بلند شہری۔ ایڈیٹر ترجمان اسلام لاہور

یہاں دونوں معانی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلے معنی (الطہور بالضم) کی صورت میں مراد یہ ہوگی کہ "باب ما جاء فی فضل التطہیر" اور الطہور بالفتح لیں تو معنی یہ ہوگا کہ "باب ما جاء فی فضل الطہور سواءً کان ماءً او صعیداً"۔ پھر طہور بمعنی طہارت عام ہے۔ جو ثیاب، مکان، بدن وغیرہ سب کو شامل ہے۔ صرف سیبویہ الطہور بالفتح اور بالضم میں فرق نہیں کرتے۔ اسی طرح لفظ وضو بالفتح و بالضم سیبویہ کے نزدیک ایک ہی چیز ہے جب کہ عام علماء ہر دو میں فرق کرتے ہیں۔ الطہور بالفتح پانی اور مٹی دونوں سے ہوتا ہے۔ جب کہ وضو بالفتح صرف پانی سے ہوتا ہے۔ اسی طرح طہور بالضم عام ہے۔ وضو بالضم سے۔ کیونکہ طہور بالضم طہور ثیاب و مکان و جسم سب کو عام ہے جب کہ وضو بالضم صرف اعضاء اربعہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

حدثنا اسحٰق بن موسیٰ الانصاری | اسحٰق بن موسیٰ الانصاری امام ترمذیؒ کے مشہور اساتذہ میں سے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اس سند میں پورے نام سے آپ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اکثر مقامات پر آپ صرف "حدثنا الانصاری" کہتے ہیں۔ تو وہاں امام ترمذیؒ کے یہی شیخ مراد ہوتے ہیں۔ جو مصنف کے استاد ہیں۔ اور ۲۴۴ھ میں وفات پائی ہے یہ نہ صحابی ہیں نہ تابعی اور نہ تبع تابعی۔

لطیفہ۔ ایک دفعہ سالانہ امتحان کے پرچہ میں یہ روایت اسی سند کے ساتھ آئی۔ سوال تھا انصاری سے مراد کون سے ہیں؟ ابو ایوب انصاریؓ۔ یا انسؓ۔ زید بن ارقمؓ یا کوئی اور؟ تو طلبہ لفظ انصاری کے اشتباہ سے حیران ہو کر رہ گئے کہ کیا لکھیں۔ حالاں کہ یہ انصاری صحابی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو انصار صحابہؓ کے کئی درجات بعد کے رواۃ سے ہیں۔

مدار الاسناد کا تکرار اور سندی نکات | زیر بحث حدیث ایک ہے جس کے اسناد دو ہیں مابہ اشتراک مالکؒ ہیں۔ پہلی سند میں امام ترمذی اور امام مالک کے درمیان دو واسطے ہیں۔ ایک اسحٰق بن موسیٰ الانصاری اور دوسرے معن بن عیسیٰ جب کہ دوسری سند میں امام ترمذی اور امام مالک کے درمیان ایک واسطہ قتیبہ کا ہے

معروف طریقہ سے مخالفت کا اشکال | مصنفین کی عام عادت یہ ہے کہ وہ مدار الاسناد یا مابہ الاشتراک (جیسا کہ زیر بحث سند میں امام مالک ہیں) کو اختصاراً ایک مرتبہ ذکر کرکے "ح" تحویل کا نشان لگا دیتے ہیں۔ مگر یہاں پر ہر دو سندوں میں مدار الاسناد (مالک) کو ذکر کرکے امام ترمذیؒ نے عام مصنفین کے معروف طریقہ کی مخالفت کی ہے۔

جواب۔ محدثین حضرات سند یا متن میں الفاظ کی پیروی کرتے ہیں بخلاف مناطقہ کے، کہ وہ مفاہیم کے پیچھے چلتے ہیں۔ علم حدیث کا تعلق روایت اور نقل سے ہے۔ اساتذہ جو الفاظ بھی بتلاتے ہیں تلامذہ وہی لیتے ہیں۔ ہم حدیث کے طلبہ کو اپنے اساتذہ سے حصول علم حدیث میں ہندوستانیوں کے محاورہ کے مطابق "لکیر کا فقیر" کہہ سکتے ہیں کہ استاد جس لکیر پر چلا ہے تلامذہ اس سے ایک ذرہ بھی اِدھر اُدھر نہیں سرک سکتے۔

(ادارہ)
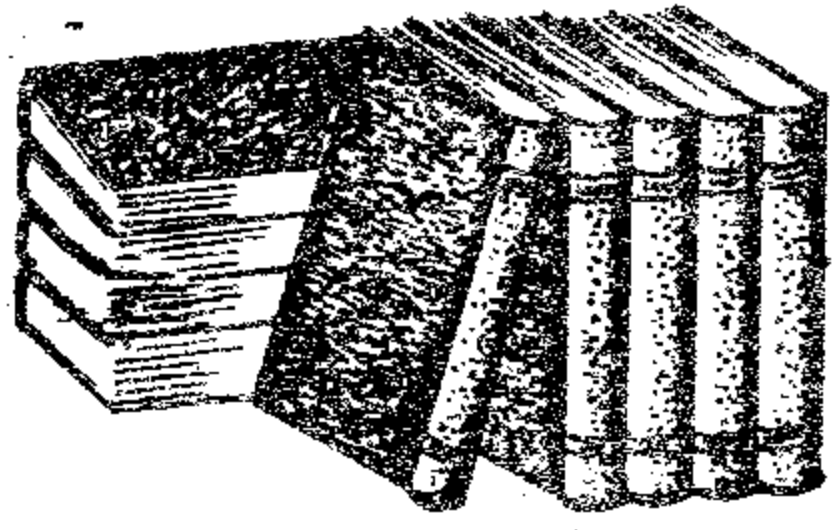
تعارف و تبصرہ کتب

آغا خانیت کی حقیقت مصنف۔ مولانا عبید اللہ چترالی۔ ناشر۔ مکتبہ دارالقلم نمک منڈی پشاور صفحات چالیس۔ قیمت درج نہیں۔

زیر تبصرہ کتابچہ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند مولانا عبید اللہ چترالی مدرس دارالعلوم سرحد پشاور کی تصنیف ہے۔ مولانا عرصہ دراز سے فرق باطلہ میں اسمٰعیلیہ آغا خانیہ کے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں۔ اس وادی پُرخار میں قدم رکھتے ہی آپ کو قید و بند کے ساتھ وطن بدری اور جسمانی ایذا رسانی جیسے مصائب سے گذرنا پڑا۔ موصوف کامیاب مدرس کی حیثیت سے بھی طالب علم برادری میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔

اس موضوع پر مصنف نے ایک کتاب "مذہب اسمٰعیلیہ قرآن و حدیث کے آئینہ میں" تصنیف اور شائع کیا ہے جس سے اس مذہب کے پیرہ کاروں میں کھلبلی مچ گئی۔ اور مولانا کے درپے آزار ہو گئے۔ زیر نظر کتابچہ اس سلسلہ کی ایک نئی کاوش ہے۔ حجم کے اعتبار سے یہ چھوٹا سا رسالہ درحقیقت در یا بکوزہ اندر کا مصداق ہے۔

دینی مدارس کی خدمات۔ مصنف :- قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب۔ شائع کردہ۔ انجمن اشاعت القرآن والحدیث مدنی روڈ۔ اٹک شہر۔ صفحات ۳۲۔ قیمت دو روپے۔

گذشتہ سال دارالعلوم حقانیہ میں بیرون فضلاء کا ایک گروپ تربیت کے سلسلہ میں دو چار روز مقیم رہا حضرت شیخ الحدیث صاحب کے حسب ارشاد مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب مدظلہ نے اس گروپ کو دینی مدارس کی خدمات عظمت اور اہمیت پر سیر حاصل خطاب فرمایا۔ جو بعد میں شائع ہوا مضمون کی افادیت اور اہمیت کی بناء پر اس تقریر کو نہایت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس وجہ سے اسے مستقل کتابی شکل دی گئی ہے۔ کتابچہ اپنی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے نہایت کارآمد ہے۔ حافظ محمد ابراہیم فانی

معالم العرفان فی دروس القرآن۔ جلد ۲۔ قیمت ۱۸ روپے۔ صفحات ۲۲۴

افادات۔ مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی۔ پتہ۔ ادارہ نشر و اشاعت۔ مدرسہ نصرت العلوم۔ گوجرانوالہ

قرآن کریم جو تمام دینی اصولوں کا مجموعہ خیر کثیر اور حکمت کا مکمل کورس ہے۔ اس لئے ہر دور میں اس کی تعلیم اشاعت اور تبلیغ و ترویج کا اہم ترین تقاضا رہا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

" فانہ ذوہ ذھرا و زادا "

علوم وفنون کے علاوہ شعر وشاعری کا بھی اعلیٰ ادبی ذوق تھا عربی اور فارسی میں کئی عمدہ قصائد اور مراثی زمانہ طالبعلمی سے لکھتے رہے۔ طبیعت میں جمال کے ساتھ ساتھ جلال بھی بھرپور تھا حمیت حق کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کسی نے اضمحلال دین کا کوئی نقشہ پیش کر دیا تو بے حد بے چین ہو جاتے منکرات پر پیرملار و کرتے بارہا ایسے امور میں اہل قصبہ اور اپنے محلہ کے سامنے ڈٹ گئے اور جم کر مقابلہ کیا عوامی زندگی سے گریزاں اور اپنے علمی مشاغل میں منہمک رہتے موجودہ علمی زوال اور طلبہ کے علمی انحطاط پر بے حد کڑھتے تھے اور طلبہ کے ساتھ اس بارہ میں مدارس کے تسامح اور رواداری پر ناراض ہوتے تھے درس میں بھی طلبہ کو لحاظ سے ٹوکتے۔ عبارت میں اعراب کی غلطی پر سخت گرفت فرماتے داخلہ کے امتحانات کے وقت بھی چاہتے تھے کہ صرف اہل اور محنتی طلبہ کو ترقی دی جائے ختم بخاری شریف کی تقریب میں جب وہ اہی مقروءہ کتابوں کی اجازت حدیث دیتے تو اسے کڑی شرائط اور اہلیت وصلاحیت کے ساتھ مشروط فرماتے۔ الغرض زہد وتقویٰ سادگی للہیت ایثار حمیت دینی علمی شغف انہماک ہر ہر وصف میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے صفحات کی تنگ دامن کو کھینچ کھینچ کر نہ بھی روکتی تب بھی جانے والے مرحوم استاذ کے کمالات کا مکمل تصویر کشی کہاں ممکن ہے

قلم بشکن، سیاہی ریز، کاغذ سوز، دم درکش
حمید ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد

تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقك یا شیخنا لمحزونون تغمدك اللہ بنعمائہ واسکنك فسیح جنانہ۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ٭

سمیع الحق

کھانسی کا حملہ
نزلہ زکام
کا دور
سعالین کا بروقت استعمال گھر کے ہر فرد کو نزلہ، زکام اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک دو ٹکیاں چوسیے۔
سعالین کے چار قرص تیز گرم پانی میں گھول لیجیے، جوشاندہ تیار ہے جو نزلہ، زکام اور کھانسی کے لیے بدرجہا مفید ہے۔ ایسی ایک خوراک صبح و شب پیجیے۔
سعالین
نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا
نوزو
ناک کے ورم، سوزش اور بندش کے لیے مفید۔ ایک پھوار ناک کھول دیتی ہے۔
ہمدرد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نقشِ آغاز

آہ استاذنا المکرم

مولانا عبد الحلیم رح

؎ تو آگہی کہ مرا از غروب ایں خورشید	چہ گنجہائے فراواں زیانِ جاں آمد

آہ کہ چمنستانِ علم و فضل اور گلستانِ قرآن و سنت کا سدا بہار گل سرسبد مرجھا گیا اور گلشن دینِ متین کا چہکتا ہوا عندلیب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا دار العلوم حقانیہ کے دار الحدیث کے در و دیوار اس کی صدائے قال اللہ اور قال الرسول کے لئے ترستے رہ گئے۔ یعنی حضرت علامہ جامع المعقول والمنقول متکلم اسلام شارح قرآن ترجمان حدیث بقیۃ السلف حضرت الاستاذ مولانا عبد الحلیم صاحب مردانی صدر المدرسین دار العلوم حقانیہ انتقال فرما گئے۔

اور ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ ۶ جنوری ۱۹۸۳ء بروز جمعرات غروب شمس سے قبل ساڑھے چار بجے آسمانِ علم و ہدایت کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا۔ مولانا مرحوم کی زندگی کا اکثر حصہ گوناگوں جسمانی عوارض علالت اور ضعف و نقاہت میں گزرا مگر طالب العلمی سے لیکر آخر دم تک یہ زار و نزار اور نحیف خادم اسلام اشاعت قرآن و سنت اور درس و تدریس علوم و فنون میں تندرست و توانا انسانوں سے بڑھ چڑھ کر مشغول و منہمک رہا اور یہ ساری کلفتیں اور صعوبتیں اس کی راہ میں رکاوٹیں نہ بن سکیں پچھلے دو سال سے ضعف اور علالت کا سلسلہ بڑھ گیا تھا اس سال تعلیمی سال کا آغاز ہوا تو بیماری نے شدت اختیار کر لی مگر ذیقعدہ کا سارا ہفتہ تدریس کا سلسلہ جاری رکھا احقر کے مشورہ پر ذی الحجہ کے آغاز میں کراچی کے جناح ہسپتال میں بغرض علاج داخلہ لیا اور دو اڑھائی مہینہ چند مخلص ڈاکٹروں کے زیر علاج رہے واپسی میں بوجہ ضعف و علالت دار العلوم آنے کے بجائے سیدھے آبائی گاؤں زروبی تحصیل صوابی تشریف لے گئے اور اجل موعود تک وہیں صاحب فراش رہے وفات سے کچھ روز قبل مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ مدرس دار العلوم کی والدہ محترمہ کے جنازہ میں شرکت کیلئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دیگر اساتذہ اور طلباء کے ساتھ ان کے گاؤں زروبی تشریف لے گئے تو ان کی عیادت کے لئے سب حضرات گئے۔ کافی افاقہ ہو گیا تھا اور ہشاش بشاش تھے یہ حضرت الاستاذ سے سب کی آخری ملاقات تھی وفات کے دن نماز ظہر ادا فرمائی۔ تشویش کے خاص آثار نہ تھے گھر میں ختم خواجگان کرانے کی فرمائش کی سعادت مند اہل بیت نے تعمیل حکم کی اور مولانا کو اطلاع دی تو بڑے خوش ہوئے اور کہا یہ تو کئی افراد مل کر پڑھتے ہیں آپ لوگوں نے تو بڑی ہمت کی پھر فرمایا کہ ختم خواجگان سے زیادہ زود اثر سورہ تغابن ہے اور اس کے بارہ میں اپنے تجربات سنائے پھر ایک پیالی چائے نوش فرمائی اور طبیعت یکایک خراب ہو گئی۔ اہلیہ محترمہ کو فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری دعا کا ورد کریں انہوں نے کہا کہ میں تو اضطراب کی وجہ سے بھول گئی ہوں فرمایا حزب البحر میں بھی وہ دعا موجود ہے۔ پھر خود ہی زبان مبارک سے اس کا ورد شروع فرمایا اللھم اغفر لی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ آخر تک زبان مبارک ہلتی رہی کچھ کلمات سمجھ میں نہیں آرہے تھے کہ روح قفص